عورت فاؤنڈیشن

قانون سازی پر نظر

آواز
VOICE & ACCOUNTABILITY PROGRAMME
آواز اور جوابدہی پروگرام

بانی ادارت: شہلا ضیاء　　　　سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

عام انتخابات 2013: منتخب اسمبلیوں میں خواتین کی نمائندگی

تحریر: ملیحہ ضیاء

تحقیقی معاونت: ممتاز مغل، عابد علی (لاہور)، صائمہ منیر، شیریں جاوید (پشاور)، روبینہ بروہی، شیریں خان (کراچی)، صائمہ ہارون، علاؤالدین خلجی (کوئٹہ)، شمائلہ تنویر (اسلام آباد)

جدول 1: عام انتخابات 2013 کے بعد قانون ساز اداروں میں خواتین کی نمائندگی

قانون ساز ادارہ	مخصوص نشستوں پر منتخب خواتین		عام نشستوں پر منتخب خواتین		اقلیتوں کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب خواتین		مختلف زمروں کی کل تعداد میں سے خواتین	منتخب خواتین کی کل شرح
	کُل نمبر	کُل شرح	کُل نمبر	کُل شرح	کُل نمبر	کُل شرح		
قومی اسمبلی	60/342	17.5	9/272	3.3	1/10	10	70/342	20.5
سینیٹ	17/100	17	-	-	-	-	17/100	17
پنجاب اسمبلی	66/371	17.8	9/295	3.0	1/8	12.5	76/371	20.5
سندھ اسمبلی	29/168	17.3	2/130	1.5	0/9	0	31/168	18.5
خیبر پختونخواہ اسمبلی	22/124	17.7	0/99	0	0/3	0	22/124	17.7
بلوچستان اسمبلی	11/65	16.9	1/51	2.0	0/3	0	12/65	18.5
مجموعی تعداد	**205/1170**	**17.5**	**21/847**	**2.5**	**2/33**	**6.0**	**228/1170**	**19.5**

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں موجود خواتین کی مجموعی تعداد 228 ہے: ان میں سے قومی اسمبلی میں 70، چاروں صوبائی اسمبلیوں میں 141 اور سینیٹ میں 17 نشستیں ہیں۔ خواتین کی نمائندگی کی شرح 19.5 فیصد بنتی ہے یعنی کل 1170 اراکین میں سے 228 (**جدول 1**)۔ (2002 اور 2008 کے انتخابات میں نمائندگی کی شرح 19.9 فیصد تھی تاہم 2013 کے بعد قومی اسمبلی میں 6 جبکہ سینیٹ میں ایک خاتون رکن کی کمی آئی ہے)۔

- کل 228 اراکین میں سے 205 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر، 21 عام نشستوں پر جبکہ 2 اراکین غیر مسلموں کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب ہوئیں۔
- صوبائی اسمبلیوں میں موجود 141 خواتین میں سے 76 پنجاب اسمبلی، 31 سندھ اسمبلی، 22 خیبر پختونخوا اسمبلی اور 12 بلوچستان اسمبلی کی رکن ہیں۔
- سیاسی وابستگی کے اعتبار سے، 228 خواتین میں سے 116 پی ایم ایل (ن)، 41 پی پی پی، 23 پی ٹی آئی، 15 ایم کیو ایم، 9 جے یو آئی (ف) اور 4 پی ایم اے پی سے ہیں، اے این پی اور پی ایم ایل (ف) ہر ایک سے 3، پی ایم ایل، بی این پی (اے)، کیو ڈبلیو پی، جے آئی، این پی ہر ایک سے 2، جبکہ اے جے آئی پی، این پی پی، پی ایم ایل (ض) اور پی ایم ایل (ق) ہر ایک سے 1 خاتون منتخب ہوئیں۔ (**جدول 5 صفحہ 2 پر**)

قومی اسمبلی میں صورت حال:

- قومی اسمبلی کے 342 اراکین میں سے 70 خواتین ہیں جنکی شرح 20.5 فیصد بنتی ہے۔ (2008 کے انتخاب میں خواتین کی نمائندگی کُل 342 اراکین میں سے 76 تھی جسکی شرح 22.2 فیصد بنتی تھی)۔
- 70 اراکین میں سے 60 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر، 9 عام نشستوں پر اور 1 اقلیتی نشست پر منتخب ہوئیں۔
- ان خواتین میں سے 39 پی ایم ایل (ن)، 13 پی پی پی، 4 جے یو آئی (ف)، 6 پی ٹی آئی، 4 ایم کیو ایم جبکہ پی ایم ایل (ف)، پی ایم اے پی، جے آئی اور این پی پی ہر ایک سے 1 خاتون رکن ایوان میں موجود ہے۔

سینیٹ میں صورت حال:

- سینیٹ کے کل 100 اراکین میں سے 17 خواتین ہیں اور یوں ان کی نمائندگی کی شرح 17 فیصد بنتی ہے۔ سینیٹ کے ارکان 2009 اور 2012 میں منتخب ہوئے تھے اور نصف ایوان کے لیے اگلے انتخابات 2015 میں ہوں گے۔
- ان 17 خواتین میں سے پی پی پی کی 8، جبکہ پی ایم ایل (ن)، اے این پی، بی این پی (اے) اور ایم کیو ایم ہر ایک کی 2، اور پی ایم ایل کی 1 رکن سینیٹ میں موجود ہے۔

پنجاب اسمبلی میں صورت حال:

- پنجاب اسمبلی کے کل 371 میں سے 76 خواتین ہیں اور انکی نمائندگی کی شرح 20.5 فیصد ہے۔ (2008 کے انتخاب میں ان کی نمائندگی کی شرح 20.5 فیصد تھی یعنی 371 میں سے 76 خواتین جبکہ 2002 کے انتخابات میں یہ نمائندگی کم تھی، 371 میں سے 73 خواتین یعنی 19.7 فیصد)۔
- ان 76 اراکین میں سے 66 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر، 9 عام نشستوں پر اور 1 اقلیتی نشست پر منتخب ہوئیں۔
- 76 خواتین میں سے 67 پی ایم ایل (ن)، 6 پی ٹی آئی اور باقی 3 پی پی پی، پی ایم ایل، پی ایم ایل (ض) سے ہیں۔

سندھ اسمبلی میں صورت حال:

- کل 168 اراکین میں سے 31 خواتین ہیں جنکی شرح 18.5 فیصد بنتی ہے۔ (2008 کے انتخابات میں یہ نمائندگی قدرے کم تھی، 168 میں سے 30 یعنی 17.8 فیصد، جبکہ 2002 کے انتخاب میں خواتین کی نمائندگی زیادہ تھی، 168 اراکین میں سے 33 یعنی 19.6 فیصد۔
- 31 اراکین میں سے 29 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں اور 2 عام نشستوں پر منتخب ہوکر ایوان کی رکن بنیں۔
- 31 میں سے 18 پی پی پی، 9 ایم کیو ایم اور 2 پی ایم ایل (ف) جبکہ باقی 2 پی ایم ایل (ن) اور پی ٹی آئی سے ہیں۔

خیبر پختونخوا اسمبلی میں صورت حال:

- کل 124 نشستوں میں سے 22 خواتین ہیں اور ان کی شرح 17.7 فیصد بنتی ہے۔ (2008 کے انتخابات میں خواتین کی نمائندگی اتنی ہی تھی، 124 میں 22 یعنی 17.7 فیصد جبکہ 2002 کے انتخابات میں انکی نمائندگی زیادہ تھی، 124 میں سے 23 یعنی 18.5 فیصد)۔
- تمام 22 اراکین خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر رکن بنیں۔
- ان 22 خواتین میں سے 10 پی ٹی آئی سے، جے یو آئی (ف) اور پی ایم ایل (ن) ہر سے 3، کیو ڈبلیو پی سے 2 جبکہ پی پی پی، اے این پی، جے آئی اور اے جے آئی پی ہر سے 1 رکن شامل ہیں۔

بلوچستان اسمبلی میں صورت حال:

- کل 65 اراکین میں سے خواتین کی تعداد 12 ہے اور نمائندگی کی شرح 18.5 فیصد ہے۔ (2002 اور 2008 کے انتخابات میں خواتین کی نمائندگی اتنی ہی تھی، 65 میں سے 12 خواتین یعنی 18.5 فیصد)۔
- ان 12 اراکین میں سے 11 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر اور 1 عام نشست پر اسمبلی کی رکن بنیں۔
- سیاسی وابستگی کے اعتبار سے 4 خواتین کا تعلق پی ایم ایل (ن)، 3 پی ایم اے پی سے، 2 این پی اور جے یو آئی (ف) سے جبکہ 1 خاتون پی ایم ایل (ق) سے ہیں۔

حالیہ انتخابات میں خواتین اراکین اسمبلی کی بڑی تعداد پہلی بار منتخب ہوئی

تحریر: وسیم واگھا

تحقیقی معاونت: ممتاز مغل (لاہور)، صائمہ منیر (پشاور)، روبینہ بروہی اور شیریں خان (کراچی)، علاؤالدین خلجی (کوئٹہ)، شمائلہ تنویر (اسلام آباد)

عام انتخابات 2013 کے نتیجے میں ایک نئے پارلیمانی عہد کا آغاز ہوا جس کی خاص بات قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں بڑی تعداد میں نئے اراکین کی آمد ہے اور کئی طرح کے سنگین چیلنج ان کے سامنے کھڑے ہیں۔ خواتین اراکین پارلیمنٹ کے معاملے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے۔

عورت فاؤنڈیشن کے ابتدائی سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ قومی اور

جدول 2: خواتین اراکین کا پارلیمانی تجربہ

اسمبلی	پہلی مدت	دوسری مدت	تیسری مدت	چوتھی مدت	پانچویں مدت	کُل
قومی اسمبلی	37	23	8	1	1	70
پنجاب اسمبلی	60	12	4	0	0	76
سندھ اسمبلی	20	5	6	0	0	31
خیبر پختونخوا اسمبلی	18	2	2	0	0	22
بلوچستان اسمبلی	6	3	3	0	0	12
کُل	**141**	**45**	**23**	**1**	**1**	**211**

صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کیلئے مخصوص اور عام نشستوں پر منتخب ہونیوالی 211 میں سے 141 خواتین پہلی بار رکن بنیں (**جدول 2**)۔ نئی آنے والے اراکین کا تناسب کل خواتین ارکان پارلیمنٹ کی تعداد کے 66.8 فیصد کے لگ بھگ ہے۔

مخصوص نشستوں پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پہلی بار منتخب ہونیوالی خواتین کی مجموعی تعداد 188 میں سے 129 ہے یعنی 68.6 فیصد (**سینیٹ شامل نہیں**)۔

عام نشستوں پر قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں عام نشستوں پر کامیابی حاصل کرنیوالی 21 خواتین میں سے 12 خواتین پہلی بار منتخب ہوئیں۔ یوں

بقیہ صفحہ 8 پر

عام انتخابات 2013: عورتوں کی بطور ووٹر شرکت

اس مضمون کے لیے جنڈر کنسرنز انٹرنیشنل کی طرف سے بھیجے گئے جی ای ایم مبصر مشن، یورپی یونین کے انتخابی مبصر مشن، پاکستان 2013۔حتمی رپورٹ عام انتخابات 11 مئی 2013 اور بین الاقوامی فیڈریشن برائے نظام ہائے انتخابات (IFES) سے لی گئی معلومات پر کیا گیا ہے۔

سٹاف رپورٹ

مئی 2013 کے انتخابات صنفی اعتبار سے کئی طرح کے متنوع نتائج کے حامل رہے جن میں مثبت اور منفی دونوں پہلو شامل ہیں۔ پرتشدد واقعات کے خطرے اور کئی دیگر رکاوٹوں کے باوجود مجموعی طور پر انتخابی عمل میں شرکت اور دھاندلی کے مبینہ واقعات اور دوسری انتخابی بے ضابطگیوں کے خلاف ردعمل کے طور پر اٹھائی جانے والی آوازیں ووٹروں کے سیاسی عمل میں حصے اور شعور کے حوالے سے حوصلہ افزا کہی جا سکتی ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ 2008 کے مقابلے میں ووٹر ٹرن آوٹ میں اضافہ ہوا۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے قبل از انتخابات مرحلے میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ خواتین کے بطور ووٹر اندراج، خصوصاً کم ترقی یافتہ علاقوں میں اس امر کو یقینی بنانے کے لیے مربوط اور بھرپور کاوشیں کی گئیں۔

الیکشن کمیشن نے اس مقصد کے لیے NADRA کے ساتھ مل کر کام کیا جس کے لیے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ (CNIC) کو بروئے کار لایا گیا۔ اس کاوش کے مثبت نتائج برآمد ہوئے اور ایک بڑی تعداد میں نسوانی ووٹروں کا اندراج کیا گیا۔ سول سوسائٹی کے اقدامات کے ساتھ ساتھ الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) اور NADRA نے بھی اندراج کا ایک عارضی اور نیم خودکار عمل وضع کیا جہاں شہریوں کا ان کے شناختی کارڈ بنانے کے لیے اندراج کیا گیا۔

تاہم، ان کی کوششوں کے باوجود، مبینہ طور پر ایک کروڑ پاکستانی عورتوں کا اندراج نہ ہو سکا اور وہ ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئیں۔ الیکشن کمیشن نے بھی مثبت اقدامات کیے جن میں پولنگ سٹیشنوں کی تعداد میں اضافہ جس کا مقصد عورتوں کو ان کی رہائش گاہ کے قریب تر یہ سہولت دینا اور لوگوں کی رہنمائی کہ انہیں کس جگہ ووٹ ڈالنا ہے کے لیے ایس ایم ایس کی سہولت متعارف کرانا شامل ہے (تاہم یہ معاونت صرف پڑھے لکھے افراد تک محدود رہی اور ناخواندہ عوام کا انحصار سیاسی جماعت کے لگائے کیمپوں پر رہا۔

تاہم انتخاب کے روز کئی ایسے معاملات سامنے آئے جنہیں الیکشن کمیشن کی طرف یا تو نظرانداز کیا گیا یا ان کے لیے بطریق احسن اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ ان میں مطلوبہ معیار پہ پورا نہ اترنے والے پولنگ سٹیشن جہاں راز داری کا فقدان، ناکافی جگہ اور افرا تفری وغیرہ کی صورت حال تھی، ایک جامع ضابطہ کار ڈھانچے کے فقدان کے باعث بڑے پیمانے پر کام چلاؤ کیفیت اور مرکزی دفتر تک ضروری پیغام رسانی کا عنصر غائب تھا۔ مناسب ضابطۂ کار اور مرکزی نگرانی کے بغیر ریٹرننگ افسروں کے دیے گئے بہت زیادہ اختیارات، دھاندلی کی اطلاعات، بعض یونین کونسلوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کی اجازت نہ دیے جانے کی اطلاعات، شکایات کے ازالے میں نقائص اور پولنگ ایجنٹوں کی طرف سے اپنائے گئے طریقہ ہائے کار میں سقم وغیرہ بھی اس میں شامل تھا۔

> ”باوجودیکہ الیکشن کمیشن نے صنفی حوالے سے جداگانہ انتخابی اعداد و شمار آکٹھا کرنے اور جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا۔ مستقبل میں عورتوں کی سیاسی شمولیت میں اضافے کے حوالے سے ایک بہت بڑی ناکامی ہے۔“

خاص طور پر عورتوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو عورتوں کے متعدد پولنگ سٹیشنوں پر مرد پریزائڈنگ افسران متعین تھے۔ بعض مواقع پر خواتین پریزائڈنگ افسروں کے شوہر یا والد ان کی 'معاونت' کرتے دکھائی دیے۔ مجموعی طور پر جہاں کئی علاقوں میں عورتوں کا ٹرن آوٹ دیکھا گیا وہاں بعض یونین کونسلوں جیسا کہ للیانی اور معظم آباد میں عورتیں پہلی بار ووٹ ڈال رہی تھیں، بعض دوسرے علاقوں میں عورتوں کے ووٹ ڈالنے پر ایک بار پھر پابندی لگائی گئی یا انہیں ایسا کرنے سے روکنے کے لیے سماجی طور پر دہشت زدہ کیا گیا۔

الیکشن کمیشن کی کوتاہیاں اور صنفی طور پر جداگانہ اعداد و شمار ایسے معاملات ہیں جنہیں خود الیکشن کمیشن کے لیے اٹھانا اور انہیں نمٹانا لازمی امر ہے خصوصاً ایسے وقت میں جب بلدیاتی انتخابات کا انعقاد جلد ہونے جا رہا ہے۔ یہ امر بہت اہم ہے کہ مختلف تنظیموں کی طرف سے نشاندہی کی کوتاہیوں اور خامیوں کو سامنے لایا جائے اور انہیں یکجا کرتے ہوئے جس قدر جلد ممکن ہو الیکشن کمیشن کے سامنے رکھا جائے تاکہ الیکشن کمیشن بلدیاتی انتخابات اور اگلے عام انتخابات کے انعقاد کے لیے وقت پر اپنے کردار، شفافیت اور کارکردگی میں اضافہ کر سکے۔

جدول 3: درج شدہ ووٹرز۔انتخابات 2013

علاقہ	کل ووٹرز	خواتین ووٹرز اور شرح		مرد ووٹرز اور شرح	
سندھ	18963375	8472744	44.68%	10490631	55.32%
پنجاب	49259334	21561633	43.77%	27697701	56.22%
خیبرپختونخوا	12266157	5257624	42.86%	7008533	57.14%
بلوچستان	3336659	1421271	42.60%	1915388	57.40%
فاٹا	1738313	596079	3.29%	1142234	65.71%
وفاقی علاقہ	625964	288064	46.01%	337900	53.98%
مجموعی تعداد	**86189802**	**37597415**	**43.62%**	**48592387**	**56.38%**

جدول 4: 2008 اور 2013 کے انتخابات میں ڈالے گئے ووٹوں کا تقابلی جائزہ

صوبہ/علاقہ	ڈالے گئے ووٹ 2013	ڈالے گئے ووٹ 2008
پنجاب	60%	48%
خیبرپختونخوا	45%	34%
سندھ	54%	44%
بلوچستان	43%	31%
فاٹا	36%	31%
کل	**55%**	**44%**

جدول 5: خواتین اراکین کی پارٹی پوزیشن: بعداز انتخابات 2013

آر: مخصوص نشست کیلئے
جی: عام نشست کیلئے
ایم: اقلیتی نشست کیلئے

	قومی اسمبلی			سینیٹ	پنجاب صوبائی اسمبلی			سندھ صوبائی اسمبلی		خیبرپختونخوا صوبائی اسمبلی		بلوچستان صوبائی اسمبلی		کل
	آر	جی	ایم	آر	آر	جی	ایم	آر	جی	آر	جی	آر	جی	
پاکستان مسلم لیگ۔نواز (پی ایم ایل۔این)	35	4	-	2	58	9	-	1	-	3	-	3	1	116
پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز (پی پی پی)	8	5	-	8	1	-	-	16	2	1	-	-	-	41
پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی)	6	-	-	-	5	-	1	1	-	10	-	-	-	23
متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم)	4	-	-	2	-	-	-	9	-	-	-	-	-	15
جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن (جے یو آئی۔ف)	3	-	1	-	-	-	-	-	-	3	-	2	-	9
پختونخوا ملی عوامی پارٹی (پی ایم اے پی)	1	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	3	-	4
عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی)	-	-	-	2	-	-	-	-	-	1	-	-	-	3
پاکستان مسلم لیگ فنکشنل (پی ایل ایم۔ف)	1	-	-	-	-	-	-	2	-	-	-	-	-	3
بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی۔اے)	-	-	-	2	-	-	-	-	-	-	-	-	-	2
قومی وطن پارٹی (کیو ڈبلیو پی)	-	-	-	-	-	-	-	-	-	2	-	-	-	2
نیشنل پارٹی (این پی)	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	2	-	2
پاکستان مسلم لیگ (پی ایم ایل)	-	-	-	1	1	-	-	-	-	-	-	-	-	2
جماعت اسلامی (جے آئی)	1	-	-	-	-	-	-	-	-	1	-	-	-	2
پاکستان مسلم لیگ۔قائد (پی ایل ایم۔کیو)	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	1	-	1
نیشنل پیپلز پارٹی (این پی پی)	1	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	1
پاکستان مسلم لیگ۔ضیاء (پی ایم ایل۔ض)	-	-	-	-	1	-	-	-	-	-	-	-	-	1
عوامی جمہوری اتحاد	-	-	-	-	-	-	-	-	-	1	-	-	-	1
کل	**60**	**9**	**1**	**17**	**66**	**9**	**1**	**29**	**2**	**22**	**0**	**11**	**1**	**228**

2013 کے عام انتخابات میں خواتین کی بطور امیدوار تعداد میں زبردست اضافہ

تحریر: وسیم واگھا
عورت فاؤنڈیشن کے علاقائی دفاتر کی
تحقیقی معاونت کے ساتھ

2013 کے انتخابات میں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کی عام نشستوں کے لیے بطور امیدوار سامنے آنے والی عورتوں کی تعداد میں زبردست اضافہ 2008 کے انتخابات کے مقابلے میں ان کی سیاست میں شمولیت کی سطح بلند ہونے کی عکاسی کرتا ہے۔

اس حوالے سے ان صفحات پر دیے گئے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام نشستوں پر انتخابات لڑنے والی عورتوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ بطور امیدوار سال 2013 کی انتخابی دوڑ میں مجموعی طور پر 419 عورتوں نے حصہ لیا جبکہ سال 2008 میں عام انتخابات میں حصہ لینے والی عورتوں کی تعداد 192 تھی۔

اس اضافے کے پس پردہ عوامل کا تعین کرنے کے لیے وسیع تحقیق اور تجزیہ درکار ہے تاہم اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عورتوں نے حالیہ انتخابات (2013) میں پچھلے تمام عام انتخابات کے مقابلے میں انتخابی عمل میں کہیں زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

مجموعی طور پر 419 عورتیں سال 2013 کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے لیے بطور امیدوار سامنے آئیں۔ ان 419 خواتین امیدواروں میں سے 160 کو پارٹی ٹکٹ جاری کیے گئے جبکہ 259 نے بطور آزاد امیدوار انتخابات میں حصہ لیا، عورت فاؤنڈیشن کی علاقائی ٹیموں کی جانب سے الیکشن کمیشن آف پاکستان کے جاری کردہ نتائج کے ایک تجزئے کے مطابق۔ (2008 کے انتخابات میں مجموعی طور پر 192 خواتین امیدواروں میں سے 78 نے پارٹی ٹکٹ اور 114 نے بطور آزاد امیدوار انتخابات میں حصہ لیا)۔

مجموعی طور پر ایم کیو ایم نے سب سے زیادہ تعداد میں یعنی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی 25 نشستوں کے لیے عورتوں کو ٹکٹ دیے۔ اس کے بعد پی پی پی آتی ہے جس نے 24 عورتوں کو ٹکٹ دیا۔ پی ایم ایل (ن) نے 20 عورتوں کو، اے پی ایم ایل نے 16، پی ٹی آئی نے 12، پی ایم ایل (ق) نے 11، پی ایم ایل (ف) اور پی پی (شہید بھٹو) ہر نے 5 عورتوں کو پی این ایم ایل اور ایم ڈبلیو ایم پی ہر نے 4، اے ایم ایل پی اور اے جے پی پی ہر نے 3، اے این پی، پی جی پی، پی سی پی، ایس ٹی ٹی پی، کیو ڈبلیو پی، ٹی ٹی پی اور پی جے پی ہر نے 2 اور کئی دیگر چھوٹی جماعتوں نے ایک، ایک عورت کو پارٹی ٹکٹ دیا۔

قومی اسمبلی کیلئے 2013 کے انتخابات میں کل 135 عورتوں نے عام نشستوں پر انتخابات میں حصہ لیا۔ ان میں سے صرف 9 کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ قومی اسمبلی کی رکن بنیں (ملاحظہ کریں جدول 9، صفحہ 9-8 پر)۔ 14 خواتین بہت بڑی تعداد میں ووٹ لے کر دوسری پوزیشن پر آئیں اور کچھ کو بہت کم ووٹوں سے شکست ہوئی، 4 نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ (ملاحظہ کریں جدول 8، صفحہ 5 پر) باقی 107 امیدوار جنہوں نے کم تعداد میں ووٹ حاصل کیے کا تعلق یا تو چھوٹی مقامی سیاسی جماعتوں سے تھا یا انہوں نے آزاد امیدوار کے طور پر انتخاب لڑا۔

ان 135 خواتین امیدواروں میں سے 61 نے پارٹی ٹکٹ پر جبکہ 71 نے آزاد امیدوار کے طور پر قومی اسمبلی کے کل 113 حلقوں سے انتخابات میں حصہ لیا۔ (2008 میں کل 72 خواتین امیدواروں نے قومی اسمبلی کے 63 حلقوں سے انتخابات میں حصہ لیا تھا جن میں سے 41 نے پارٹی ٹکٹ جبکہ 31 نے بطور آزاد امیدوار انتخاب لڑا۔

2013 کے عام انتخابات میں عورتوں کے عام نشستوں پر انتخاب لڑنے کے حوالے سے جو اعداد و شمار سامنے آئے وہ ہر طرح اضافے کے رجحان کو ظاہر کرتے ہیں۔ 2013 میں 61 خواتین کو سیاسی جماعتوں کے ٹکٹ ملے جبکہ سال 2008 میں ٹکٹ حاصل کرنے والی خواتین کی تعداد 41 تھی۔ اسی طرح 2013 میں میں آزاد امیدوار کے طور پر انتخاب لڑنے والی عورتوں کی تعداد بھی بڑھ کر 74 ہوگئی جو 2008 میں 31 تھی۔

پارٹی ٹکٹ حاصل کرنے والے 61 خواتین امیدواروں میں سے 13 کو پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیر ینز جبکہ پاکستان مسلم لیگ (ن) اور ایم کیو ایم ہر نے 8، عورتوں کو ٹکٹ دیے۔ پی ٹی آئی نے 6 جبکہ پاکستان مسلم لیگ (ف) اور اے پی ایم ایل ہر نے 3، عورتوں کو ٹکٹ جاری کیے۔ اے این پی، پاکستان مسلم لیگ (ق) پاکستان نیشنل مسلم لیگ اور عوامی جسٹس پارٹی پاکستان ہر نے 2، خواتین امیدواروں کو ٹکٹ دیا جبکہ جے یو آئی (ف)، پی ایم ایل (ج)، مساوات پارٹی، پاکستان امن پارٹی، پاکستان جسٹس پارٹی، پاکستان غریب پارٹی)، پاکستان سرائیکی پارٹی، پیپلز پارٹی (شہید بھٹو)، مجلس وحدت المسلمین، پاکستان کنزرویٹو پارٹی، سندھ ترقی پسند پارٹی اور قومی عوامی تحریک نے ایک ایک خاتون امیدوار کو ٹکٹ دیا۔

قومی اسمبلی کی نشستوں کیلئے خیبر پختونخوا میں 18 خواتین امیدواروں نے 15 حلقوں پر انتخاب لڑا۔ فاٹا میں عورتوں کی جرأت بھی 2013 میں شہ سرخیوں کی زینت بنی جب 2 عورتوں نے تمام تر نامساعد حالات کے باوجود 2 حلقوں سے انتخابات میں حصہ لیا۔ اسلام آباد کے دارالحکومتی علاقے میں قومی اسمبلی کے 2 حلقوں سے 2 عورتوں نے انتخابات میں حصہ لیا۔ پنجاب میں 82 عورتوں نے 63 حلقوں سے سندھ میں 30 عورتوں نے 21 حلقوں سے، اور بلوچستان میں 3 عورتوں نے قومی اسمبلی کے 3 حلقوں سے انتخابات میں حصہ لیا۔

ایک خاتون امیدوار نے قومی اسمبلی کے 4 حلقوں، ایک نے 3 حلقوں، اور 5 عورتوں نے دو دو حلقوں سے انتخاب لڑا۔

صوبائی اسمبلی پنجاب کیلئے 2013 میں 162 عورتوں نے عام نشستوں پر انتخابات میں حصہ لیا۔ ان 162 عورتوں میں سے 50 نے پارٹی ٹکٹ پر جبکہ 112 نے آزاد امیدوار کے طور پر انتخابی عمل میں شرکت کی۔ (سال 2008 میں 73 عورتوں نے انتخابات میں شرکت کی تھی)۔ پارٹی ٹکٹ حاصل کرنے والی 50 عورتوں میں سے ایم کیو ایم نے 10 عورتوں کو ٹکٹ دیا، پاکستان مسلم لیگ (ن) نے 9، پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیر ینز اور اے پی ایم ایل ہر نے 5، پی ٹی آئی نے 4، پاکستان مسلم لیگ (ق) نے 3 اور پی این ایم ایل اور ایم ڈبلیو ایم پی ہر نے 2 عورتوں کو پارٹی ٹکٹ دیا۔ بعض دیگر 9 چھوٹی جماعتوں میں سے ہر ایک نے ایک، ایک عورت کو ٹکٹ دیا۔

صوبائی اسمبلی سندھ کیلئے 2013 میں کل 89 عورتوں نے عام نشستوں پر انتخاب لڑا۔ ان 89 خواتین امیدواروں میں سے 38 نے پارٹی ٹکٹ پر اور 51 نے آزاد امیدوار کے طور پر انتخاب لڑا۔ (2008 میں 28 عورتوں نے انتخاب لڑا تھا)۔ پارٹی ٹکٹ حاصل کرنے والی 38 عورتوں میں سے پی پی پی، ایم کیو ایم، اے پی ایم ایل اور پی ایم ایل (ق) ہر نے 5 عورتوں کو ٹکٹ دیا۔ پی پی (شہید بھٹو) اور اے ایم ایل پی ہر نے 3، اور پی ایم ایل (ن)، پی ٹی آئی، پی ایم ایل (ف) اور ایم ڈبلیو ایم پی ہر نے 2 عورتوں کو ٹکٹ دیئے۔ بعض دیگر 4 چھوٹی جماعتوں نے ایک ایک خاتون امیدوار کو ٹکٹ دیا۔

صوبائی اسمبلی خیبر پختونخوا کیلئے 2013 میں کل 26 عورتوں نے عام نشستوں پر انتخاب لڑا۔ ان 26 امیدواروں میں سے 10 عورتوں نے پارٹی ٹکٹ پر الیکشن لڑا جبکہ 16 نے آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخابات میں حصہ لیا۔ (2008 میں 11 عورتوں نے انتخاب لڑا تھا)۔ پارٹی ٹکٹ حاصل کرنے والے 10 عورتوں میں سے کیو ڈبلیو پی، اے پی ایم ایل اور ایم کیو ایم نے دو، دو عورتوں کو جبکہ پی پی پی، پی ایم ایل (ن)، پی ایم ایل (ق) اور ٹی ٹی پی نے ایک ایک عورت کو ٹکٹ دیا۔

صوبائی اسمبلی بلوچستان کیلئے 2013 میں کل 7 عورتوں نے انتخاب میں حصہ لیا۔ ان 7 امیدواروں میں سے صرف اے پی ایم ایل نے ایک خاتون کو پارٹی ٹکٹ دیا جبکہ باقی 6 عورتوں نے آزاد امیدوار کے طور پر انتخاب لڑا۔ (2008 میں 8 خواتین امیدواروں نے انتخابات میں حصہ لیا تھا، اس طرح بلوچستان واحد صوبہ رہا جہاں خواتین امیدواروں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا)۔

کامیاب اور دوسری تیسری پوزیشن پر آنے والی خواتین:
قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی عام نشستوں کے لیے انتخاب لڑنے والی کل 419 عورتوں میں سے 21 منتخب ہوگئیں۔ ان میں سے 9 نے قومی اسمبلی کی نشستوں پر، 9 نے پنجاب اسمبلی کی نشستوں پر، 2 نے سندھ اسمبلی کی نشستوں پر اور ایک نے بلوچستان اسمبلی کی نشست پر کامیابی حاصل کی (ملاحظہ کریں جدول 9 صفحہ 9-8 پر)۔ کامیابی حاصل کرنیوالی تمام امیداروں کا تعلق سیاسی جماعتوں سے ہے اور کسی آزاد امیدوار کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

قومی اسمبلی کیلئے عام نشستوں پر 18 حلقوں میں خواتین امیدواروں نے دوسری یا تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ان میں سے 14 کو دوسری اور 4 کو تیسری پوزیشن حاصل ہوئی۔ 16 عورتیں پارٹی ٹکٹ پر جبکہ 2 بطور آزاد امیدوار انتخاب لڑ رہی تھیں۔ (ملاحظہ کریں جدول 8 صفحہ 5 پر)۔

جدول 6: 2013 میں بطور جماعتی امیدوار یا آزاد امیدوار انتخاب لڑنے والی خواتین

جماعت	پنجاب		سندھ		خیبر پختونخوا		بلوچستان		اسلام آباد	کُل
	این اے	پی پی	این اے	پی ایس	این اے	پی کے	این اے	بی ایس		
ایم کیو ایم	6	10	2	5	0	2	0	0	0	25
پی پی پی	7	5	5	5	1	1	0	0	0	24
پی ایم ایل (ن)	6	9	1	2	0	1	1	0	0	20
اے پی ایم ایل	3	5	0	5	0	2	0	1	0	16
پی ٹی آئی	5	4	1	2	0	0	0	0	0	12
پی ایم ایل	1	3	0	5	0	1	1	0	0	11
پی ایم ایل (ف)	0	0	3	2	0	0	0	0	0	5
پی پی (ایس بی)	0	1	1	3	0	0	0	0	0	5
پی این ایم ایل	2	2	0	0	0	0	0	0	0	4
ایم ڈبلیو ایم پی	0	2	0	2	0	0	0	0	0	4
دیگر	6	9	4	7	4	3	0	0	1	34
آزاد	46	112	13	51	13	16	1	6	1	259
کُل	82	162	30	89	18	26	3	7	2	419

این اے: قومی اسمبلی   پی پی: صوبائی اسمبلی پنجاب   پی ایس: صوبائی اسمبلی سندھ   پی کے: صوبائی اسمبلی خیبر پختونخوا   بی ایس: صوبائی اسمبلی بلوچستان

* دیگر قومی یا علاقائی سیاسی جماعتیں جنہوں نے تین یا تین سے کم امیدوار کھڑے کئے۔

جدول 7: 2013 اور 2008 میں عام نشستوں پر انتخابات لڑنے والی خواتین۔ ایک تجزیہ

عام انتخابات 2013			
اسمبلیاں	سیاسی جماعت امیدوار	آزاد امیدوار	کُل
قومی اسمبلی	61	74	135
صوبائی اسمبلیاں	99	185	284
کُل	160	259	419
عام انتخابات 2008			
اسمبلیاں	سیاسی جماعت امیدوار	آزاد امیدوار	کُل
قومی اسمبلی	41	31	72
صوبائی اسمبلیاں	37	83	120
کُل	78	114	192

عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت: توقعات اور مشکلات

تحریر: انیس ہارون

سیاست اور ریاست کی حکمرانی میں عورتوں کی مساوی شرکت پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کا دیرینہ مقصد اور مطالبہ چلا آیا ہے۔ عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت پائیدار جمہوریت کے قیام کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے۔ مزید برآں، چونکہ عورتیں پاکستان کی آبادی کا نصف حصہ ہیں اس لیے ضروری ہے کہ حکومت اور سیاست کی ہر سطح پر ان کی آواز ان کی اپنی نمائندوں کے ذریعے بھرپور انداز میں پہنچ سکے۔

عورتوں نے نہ صرف پاکستان کے منتخب اداروں میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کے تسلسل کے ذریعے سیاست میں اپنے مقام میں اضافہ کیا ہے بلکہ اس میں ایسی متعدد عورتوں کا بھی بڑا کردار ہے جو اپنے مقام کے حصول کے لیے تندہی سے جدوجہد کرتی آرہی ہیں۔

خواتین مضبوط موقف کی حامل ہیں اور اپنی شرکت وشمولیت کے مطالبے پر کاربند ہونے کے ساتھ خواتین سمیت اپنے حلقوں کی خدمت کر رہی ہیں اور سیکھنے کے مسلسل عمل کے ذریعے اپنی کارکردگی میں بہتری بھی لا رہی ہیں۔ یہ امر بالکل واضح ہوتا جا رہا ہے کہ عورتیں اب منتخب اداروں میں خاموش تماشائی اور عدم شرکت کی حامل نہیں رہیں۔

بہر حال خواتین کی سیاسی شرکت کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے مختلف سیاسی طبقات سے تعلق رکھنے والی کئی عورتوں کی طرف سے اٹھائے گئے مثبت اقدامات کے باوجود بہت کچھ ہونا ابھی باقی ہے۔ عورتوں کی ایک بڑی تعداد نے جہاں خود کو ثابت کرنے کے لیے جدوجہد کی وہیں ان کی اتنی بڑی تعداد ایسی عورتوں کی بھی ہے جو ابھی تک عملی شرکت کی جانب مائل نہیں ہوسکیں۔ اسی طرح، آج کا ثقافتی سماجی اور سیاسی ماحول جہاں خواتین کو نظرانداز رکھنے کا متحمل نہیں ہوسکتا وہیں وہ بدستور عورتوں کے لیے غیر معاون اور عدم قبولیت کا حامل ہے اور ان کے لیے مواقع محدود کرنے میں مصروف ہے۔

مئی 2013 میں منعقد ہونے والے انتخابات اور پھر ضمنی انتخابات کے بعد قانون ساز اداروں کی حتمی تشکیل کا تجزیہ عورتوں کی نمائندگی کی مجموعی اور حقیقی صورت حال پیش کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی سیاسی شرکت کے بعض بنیادی اصولوں کا از سرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم عورتوں کی سیاست میں شرکت کی اہمیت اور اس حوالے سے توقعات کا اعادہ کریں اور انہیں درپیش رکاوٹوں کا تجزیہ کرسکیں۔

خواتین کیلئے مخصوص نشستیں

خواتین کیلئے مخصوص نشستیں اُن کی سیاسی عمل میں شرکت کو بہتر بنانے کے حوالے سے ایک اہم عنصر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، دنیا اور اسی طرح پاکستان کی آبادی کا تقریباً نصف حصہ عورتوں پر مشتمل ہے، اس لیے عورتوں کی موجودگی اور اپنی منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے اسمبلیوں میں ان کی آواز کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جمہوری سیاسی نظام ہمیشہ پدرانہ رہا ہے اور خواتین کی اس میں شرکت اور شمولیت کو اس سے باہر رکھا گیا۔ اس کی عکاسی عوامی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے والی خواتین کے خلاف خود معاشرے کے متعصبانہ رجحانات سے بھی ہوتی ہے۔

اس معاملہ کو بار ہا دوسرے معاہدے کے علاوہ 'عورتوں کے خلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ (سیڈا CEDAW) اور 'بیجنگ پلیٹ فارم برائے عمل' میں شامل مخصوص شقوں کے ذریعے عالمی سطح پر بھی اُٹھایا گیا۔ پاکستان سمیت بیشتر ممالک کی آبادی کا تقریباً نصف حصہ ہونے کے ناطے عورتوں کا ان کی اپنی منتخب نمائندوں کے ذریعے اسمبلیوں میں آواز کا سنا جانا بہت ضروری ہے۔

پاکستان میں خواتین کے لیے مخصوص نشستیں رکھنے کا بنیادی مقصد ایک جمہوری سیاسی نظام میں جاری تاریخی عدم توازن کو درست کرنا ہے۔ اس میں کارفرما بنیادی سوچ عارضی خصوصی اقدامات کرنا ہیں جو منتخب اسمبلیوں میں عورتوں کی کم از کم تعداد کی موجودگی اور اس طرح عورتوں کی نمائندگی کو یقینی بنائیں تاکہ عورتوں کے حقوق کی آواز کو اور ان کے مسائل کو اسمبلیوں میں اُٹھایا جاسکے۔ خیال ہے کہ خواتین کیلئے مخصوص نشستوں کے ذریعے اور اپنے حلقے کے ووٹروں کی حمایت اور اعتماد کی بدولت خواتین کے لیے براہ راست سیاست میں داخل ہونے کی راہ ہموار ہو سکے گی۔

خواتین کے لیے مخصوص نشستیں پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کا بڑا مقصد اور مطالبہ رہا ہے۔ اس وقت سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں متناسب نمائندگی کی بنیاد پر خواتین کے لیے 17 فیصد نشستیں مختص ہیں۔

حقوق نسواں کی تحریک کا بنیادی اور مسلسل مطالبہ یہ ہے کہ قانون ساز اداروں، جن میں سینیٹ، قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیاں اور بلدیاتی حکومتیں شامل ہیں، میں عورتوں کے لیے 33 فیصد نشستیں مختص کی جائیں۔

اس مطالبے کی ایک منطقی وجہ ہے۔ اس 33 فیصد شمولیت سے عورتوں کو قانون ساز اداروں میں قانون متعارف کرانے اور منظور کرانے کے علاوہ مجموعی طور پر صنفی برابری کو مرکزی دھارے میں لانے کے لیے ایک قابل عمل اکثریت میسر آسکے گی۔ نمائندگی کی کم شرح کا نتیجہ عورتوں کے اقلیت میں رہنے اور ووٹ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا اہل نہ ہونے کے طور پر سامنے آتا ہے اور لامحالہ انہیں مرد ساتھی اراکین کی حمایت کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ یہ ایک ایسی حمایت ہے جس کا حصول دشوار ہوتا ہے اور اکثر یہ میسر بھی نہیں آتی خصوصاً معاملات جب عورتوں سے متعلق ہوں۔

حقوق نسواں کی تحریک کا یہ مطالبہ بھی رہا ہے کہ ایسے حلقوں کی نشاندہی کی جائے جہاں مقابلہ صرف عورتوں کے درمیان ہو تاکہ عورتوں کو براہِ راست انتخاب لڑنے کا تجربہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ عوام کی خواتین سیاستدانوں اور سیاسی نمائندوں پر اعتماد کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاسکے۔ ایسا نہ ہونے دیا گیا اور خواتین امیدواروں میں نشستوں کی تقسیم سیاسی جماعتیں ہر منتخب ادارے میں جیتی گئی نشستوں کی مناسبت سے متناسب نمائندگی کی بنیاد پر کرتی ہیں۔

پاکستان میں حقوق نسواں کی تحریک کا بدستور یہ مطالبہ ہے کہ تمام منتخب اداروں میں عورتوں کے لیے مخصوص نشستیں 33 فیصد کی جائیں اور عورتیں صرف عورتوں کے لیے مخصوص حلقوں میں براہ راست انتخاب لڑیں۔ حقوق نسواں کی تحریک نے سیاسی جماعتوں سے بھی مطالبہ کر رکھا ہے کہ عام نشستوں پر مقابلہ کرنے کے لیے کم از کم 10 فیصد ٹکٹ عورتوں کو دیے جائیں۔

قومی اسمبلی میں خواتین اراکین پر مشتمل پارلیمانی کاکس نے بھی اس مطالبے کی حمایت کی تھی جس نے 2012 میں تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ عین انہی مطالبات کے حوالے سے ملاقاتیں کی تھیں۔ سیاسی جماعتوں کے سربراہان اور اراکین نے ان امور پر سنجیدگی سے غور کرنے پر اتفاق کیا تاہم ان کے حل کے لیے اس سنجیدگی کا مظاہرہ کبھی نہ کیا۔

بہر حال اس وقت پاکستان میں سینیٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں کے لیے مختص 17 فیصد کوٹہ اس اعتبار سے مثبت نتائج سامنے لایا ہے کہ عورتیں تمام تر رکاوٹوں کے باوجود قانون سازی پر مبنی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ لیتے ہوئے اپنا مقام پیدا کر رہی ہیں۔ اس عمل کا آگے بڑھتے رہنا اور عورتوں پر اعتماد بہت اہم ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو عام سیاست کا حصہ بنا سکیں۔

یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ تمام صوبوں میں بلدیاتی اداروں میں عورتوں کی تعداد کو کم کر دیا گیا۔ مقامی حکومتوں کے بارے میں گزشتہ قومی قانون کے مطابق بلدیاتی اداروں میں عورتوں کے لیے 33 فیصد نشستیں مختص کی گئی تھیں۔ عورتوں کی بڑی تعداد میں شرکت اور کارکردگی کے حوالے سے یہ تجربہ کامیاب رہا۔ ایسے میں یہ بات ناقابل فہم ہو جاتی ہے کہ صوبوں نے اس کے بعد عورتوں کے لیے مخصوص نشستوں کو کیوں کم کر دیا۔

مخصوص نشستوں کی شرح میں اضافے اور انہیں برقرار رکھنے کی ضرورت کا اندازہ گزشتہ دو انتخابات کے مقابلے میں 2013 کے انتخابی نتائج کے تجزیے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

قانون ساز اداروں میں 2002 اور 2008 میں عورتوں کی تعداد جہاں برقرار رہی وہیں حقائق یہ کہتے ہیں کہ 2013 میں اس تعداد میں 6 نشستوں کی کمی ہوئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عام نشستوں پر خواتین کا میابی کی توقع کے برعکس حقیقت میں ان امکانات میں کمی آئی ہے۔ اس سے جہاں اس تجربے کی ضرورت سامنے آتی ہے کہ آیا اس کی وجہ خواتین امیدواروں پر معاشرے کا عدم اعتماد ہے یا اس کا باعث سیاسی جماعتوں کی طرف سے جیتی جاسکنے والی نشستوں پر عورتوں پر اعتماد کا فقدان ہے، وہیں اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مخصوص نشستیں ہمیشہ کی طرح بدستور اہمیت کی حامل ہیں۔

سماجی ماحول کے اعتبار سے پاکستان نے آگے کی بجائے پیچھے کی طرف سفر کیا ہے۔ عورتوں کے خلاف معاندانہ طرز عمل میں اضافہ ہوا ہے اور مجموعی طور پر انتہا پسندی بڑھی ہے۔ اس کے باعث معاشرہ عورتوں کے لیے زیادہ خطرات کا حامل ہو گیا ہے۔ اس کے باعث سیاست دان عورتوں کو جنہیں عوامی شخصیت ہونے کے ناطے انتخابی مہم یا کام کے لیے باہر نکلنا انہیں زیادہ زد پذیر بنا دیتا ہے۔ ایسے ماحول میں ان کے خلاف عمومی امتیاز اور تشدد میں اضافہ ہوا ہے اور ان کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔

قانون ساز اداروں میں عورتوں کی تعداد میں کمی، بلدیاتی اداروں میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں میں کمی، اہم عہدوں جیسا کہ وزارتوں اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی کابینہ میں عورتوں کی تعداد میں کمی صنفی برابری اور اصلاحات کے ضمن میں پاکستانی معاشرے پسماندگی کی علامتیں اور ثبوت ہیں۔ اس ماحول میں خواتین کے لیے مخصوص نشستیں بے حد اہم اور ان میں اضافہ ناگزیر ہے۔

قانون ساز اداروں میں موجود خواتین سے توقعات

قانون ساز اداروں میں خواتین کی شرکت کا بنیادی مقاصد معاشرے میں عورتوں کی نمائندگی اور عورتوں کی آواز کو سامنے لانا ہے۔ اس اعتبار سے خواتین سیاسی نمائندوں سے وابستہ سب سے بڑی توقع قانون ساز اداروں میں عورتوں کے معاملات کو مسلسل اور باقاعدگی سے اٹھانے سے متعلق ہے۔

یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ خواتین سیاسی نمائندوں سے وابستہ ان توقعات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ دوسرے موضوعات جیسا کہ معیشت، دہشت گردی یا خارجہ امور کے بارے میں کردار ادا نہ کریں بلکہ اس سے مراد ہے کہ انہیں صنفی معاملات پر توجہ کو یقینی بنانا چاہیے۔ صنفی برابری ایک اہم ترین معاملہ ہے اور اسے تمام موضوعات کے دوران اور ہر موقع پر اٹھایا جانا چاہیے۔

خواتین سیاستدانوں کا تمام پہلوؤں سے عورتوں کی ضروریات اور مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ انہیں کسی بھی طرح صرف قوانین اور پالیسیوں میں موجود معاملات تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ عورتوں کے ایجنڈے کو اپنے اجلاسوں اور اپنی سیاسی جماعتوں کے اندر بھی آگے بڑھانا چاہیے۔

میں اپنے تجربے سے یہ کہوں گی کہ وہ عورتیں جو حقوق نسواں کی تحریک سے وابستہ رہیں یا سماجی سرگرمی میں شریک رہیں، انہوں نے عورتوں سے متعلق ترقی پسندانہ قوانین لانے میں اہم کردار ادا کیا اور وہ عورتوں کے مسائل کے بارے میں توجہ دلانے میں کامیاب رہیں۔ سیاسی جماعتوں کے لیے بھی یہ بہت اہم ہے کہ وہ مخصوص نشستوں پر نامزدگی کے لیے انتخاب کے عمل پر توجہ مرکوز کریں۔ ان خواتین کا صنفی تناظر میں اہم معاملات اٹھانے کے لیے استعداد، علم اور آگاہی کا حامل ہونا بہت ضروری ہے۔

خواتین سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کے لیے ان

بقیہ صفحہ 5 پر

"قانون ساز اداروں میں عورتوں کی تعداد میں کمی، بلدیاتی اداروں میں خواتین کے لیے مخصوص نشستوں میں کمی، اہم عہدوں جیسا کہ وزارتوں اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی کابینہ میں عورتوں کی تعداد میں کمی صنفی برابری اور اصلاحات کے ضمن میں پاکستانی معاشرے پسماندگی کی علامتیں اور ثبوت ہیں۔ اس ماحول میں خواتین کے لیے مخصوص نشستیں بے حد اہم اور ان میں اضافہ ناگزیر ہے۔"

عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت: توقعات اور مشکلات

بقیہ صفحہ 4 سے

خواتین کا کردار اور عورتوں کے ایجنڈے کو لے کر چلنے کی اہمیت کا ادراک بہت ضروری ہے۔کئی خواتین اکثر اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ ان کے پاس عورتوں کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کا وقت نہیں اور اس کی بجائے وہ اپنے اضلاع میں ترقیاتی کام پر توجہ مرکوز کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔تاہم، انہیں یہ باور کرانا ضروری ہے کہ اسمبلی میں کسی رکن کی طرف سے ایک مسئلہ اٹھانے کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔خواتین سیاسی نمائندوں کی طرف سے عورتوں کے مسائل کا اُٹھایا جانا اور ان پر قانون سازی کرانے سے ان کو بہتر ساکھ، حمایت اور توجہ حاصل ہوسکتی ہے۔

خواتین کاکس کی اہمیت

خواتین کاکس کی تشکیل گزشتہ قومی اسمبلی کی طرف سے اپنائے گئے مؤثر اور اہم ترین طریقوں میں سے ایک تھا۔ تمام سیاسی جماعتوں کی خواتین اراکین نے عورتوں کے مسائل پر مل کر کام کرنے کے لیے سیاسی جماعتوں سے بالاتر اتحاد قائم کیا۔خواتین کاکس انتہائی کامیاب رہا اور خواتین اراکین نے تسلیم کیا کہ صنفی مسائل سیاسی جماعتوں کے نظریات کی حدود سے ماورا ہیں اور صحیح معنوں میں کامیاب ہونے کے لیے واحد طریقہ متحد ہونا ہے۔انہوں نے تسلیم کیا کہ اتحاد سے ہی عمل کی راہ نکل سکتی ہے۔

خواتین ارکان قومی اسمبلی نے عوامی سطح پر مل کر اور اپنی جماعتوں کے اندر انفرادی طور پر صنفی مسائل کو اٹھانا شروع کیا اور اس کے ثمرات 13 ویں قومی اسمبلی کی طرف سے سب سے زیادہ تعداد میں منظور کیے جانے والے ترقی پسند خواتین دوست قوانین کی صورت میں سامنے آئے۔

عورتوں کے مسائل پر جماعتی خطوط سے ہٹ کر کام کرنے کا تجربہ سندھ میں کامیاب ثابت ہوا جہاں گھریلو تشدد کے مسودۂ قانون کو محکمہ ترقی نسواں کی سرکردگی میں تمام سیاسی جماعتوں کی خواتین اراکین اسمبلی نے متفقہ حمایت سے منظور کرایا۔

منتخب اسمبلیوں میں موجود خواتین کے لیے یہ طریقہ انتہائی کامیاب اور معاون ثابت ہوا۔اطلاعات ہیں کہ قومی اسمبلی اور خیبر پختونخوا اسمبلی میں کاکس کی تشکیل ہو رہی ہے اور توقع کی جارہی ہے کہ باقی اسمبلیاں بھی اس کی پیروی کریں گی۔

قومی اور صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں

میں اپنے تجربے کی رو سے کہوں گی کہ خواتین سیاست دان اور حکومت جہاں ممکن ہو، حمایت اور معاونت کے لیے سول سوسائٹی کے اداروں کے مقابلے میں سرکاری اداروں پر انحصار کو ترجیح دیتے ہیں۔قومی کمیشن برائے وقار نسواں (این سی ایس ڈبلیو) نے ترقی پسند کام میں کلیدی کردار ادا کیا ہے اور قومی سطح پر عورتوں کے مسائل پر توجہ مرکوز کی ہے۔

یہ انتہائی اہم ہے کہ تمام صوبوں میں ایک آزاد اور فنی اعتبار سے مضبوط صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں (پی سی ایس ڈبلیو) تشکیل دیے جائیں۔خیبر پختونخوا وہ واحد صوبہ ہے جہاں صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں (پی سی ایس ڈبلیو) موجود ہے تاہم اس کی تشکیل کے عمل اور اس کے خود مختار ہونے سے متعلق تحفظات موجود ہیں۔تمام صوبوں میں صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں کے قیام کی حمایت اور اس کے لیے قائل کرنے پر مبنی کاوشیں بہت ضروری ہیں۔

خواتین سیاسی نمائندوں کی راہ میں حائل رکاوٹیں

خواتین سیاسی نمائندوں سے یہ تمام توقعات وابستہ کرنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کو درپیش رکاوٹوں کو جاننا بھی بہت ضروری ہے۔سماجی تعصّبات کے باعث عورتوں کے خلاف امتیاز بدستور جاری ہے۔اسی طرح، مخصوص نشستوں کے لیے موجودہ طریقہ کار کے تحت سمجھا جاتا ہے کہ عورتیں 'خیراتی نشستوں' پر آئی ہیں اور نتیجے میں انہیں مرد ساتھی کے برابر عزت اور اختیار نہیں دیا جاتا۔

کئی معاملات میں، ان کے فنڈ ز ان سے لے لئے جاتے ہیں جنہیں سیاسی جماعت کے دوسرے اراکین استعمال کرتے ہیں اور یوں وہ اپنے اضلاع میں کام یا ان امور پر توجہ دینے سے قاصر رہتی ہیں جو ان کی خواہش اور حلقے کے عوام کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر خواتین کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب ہونیوالی اراکین اپنے حلقوں میں ترقیاتی کاموں پر توجہ دیں اور لوگوں کے صحت، تعلیم، روزگار وغیرہ جیسے اہم مسائل کے حل کے لیے حکومتی وسائل استعمال کریں تو انہیں حلقے کے عوام کی حمایت حاصل ہوگی اور یوں اُن کے لیے اگلی بار اپنے حلقے سے عام نشست پر انتخاب لڑنے اور کامیاب ہونے کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں۔

اسی طرح، اسمبلیوں میں ایک کافی اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے وہ حمایت کے لیے مسلسل اپنے مرد ساتھی اراکین اور پارٹی کے تجربہ کار رہنماؤں سے مشاورت پر مجبور رہتی ہیں۔ یہ امر مہم کے دوران حمایت کے لیے ہر گھر کی دہلیز کھٹکھٹانے کے مترادف ہے۔

مخصوص نشستوں پر نامزد کی گئی خواتین کو اکثر استعداد کی کمی کا سامنا رہتا ہے۔جیسا کہ اوپر بحث کی گئی، خواتین کی تحریک یا سماجی سرگرمی اور تحریک میں سرگرم خواتین ان مسائل کے بہتر ادراک اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے زیادہ کامیاب رہتی ہیں۔ بہت سی خواتین استعداد کے بغیر اور اپنی سیاسی جماعتوں یا حکومت کے تحت ضروری تربیت کے بغیر موثر کردار سے محروم ہیں۔نتیجے میں وہ خاموش اور عدم شرکت کی حامل رہتی ہیں۔

سیاسی جماعتوں کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ خواتین کے لیے ایک معیار متعین کریں جنہیں مخصوص نشستوں پر نامزد کیا جانا ہے اور دوسرے بطور قانون ساز کام کرنے کے لیے انہیں ضروری تربیت اور معاونت فراہم کریں۔

انتخابی اصلاحات کا فقدان اور بڑے حلقے عورتوں کے لیے اپنے بل بوتے پر انتخاب لڑنا مشکل بنا دیتے ہیں اور نتیجے میں منتخب اداروں میں اپنے طور پر نشستیں جیتنے کے لیے انہیں برابر کے مواقع میسر نہیں۔

سیاسی جماعتوں کی طرف سے خواتین سیاست دانوں کے لیے بہت کم معاونت رہی ہے۔سیاسی جماعتیں خواتین کی حمایت اور انہیں شامل صرف اسی وقت کرتی ہیں جب ان پر اس کے لیے دباؤ ہوتا ہے۔علامتی طور پر شعبہ خواتین اور خواتین کارکنوں کو شامل کیا جاتا ہے مگر کوئی حقیقی اور اصل تبدیلیاں نہیں ہوئیں جن کے پیش نظر کہا جاسکے کہ سیاسی جماعتیں فعال طور پر خواتین کی آگے بڑھنے میں مدد کر رہی ہیں۔عورتیں کو سیاسی جماعتوں میں اہم عہدوں پر فائز نہیں کیا جاتا اور انہیں کلیدی کمیٹیوں بشمول فیصلہ ساز کمیٹیوں میں ہمیشہ شامل نہیں رکھا جاتا۔تمام سیاسی جماعتیں بنیادی طور پر مردوں کے غلبہ کی حامل ہیں اور عورتوں کو اہم حیثیت یا جگہ دینے سے گریز کرتی ہیں۔

تحریک نسواں کا یہ مسلسل مطالبہ ہے کہ مخصوص نشستوں اور کوٹے کا تصور سیاسی جماعتوں کے بھی لیے لازمی کیا جائے۔

حاصل بحث

یہ ایک افسوس ناک مشاہدہ ہے کہ موجودہ سماجی اور سیاسی ماحول عورتوں کی حمایت اور ان کے لیے جگہ بنانے میں معاون دکھائی نہیں دیتا۔موجودہ وفاقی حکومت میں صرف دو خواتین وزراء ہیں۔حکومتی اداروں جیسا کہ صوبائی کمیشن برائے مقام نسواں (این سی ایس ڈبلیو)، سندھ کمیشن برائے انسانی حقوق اور جینڈر کرائم سیل کو مالیاتی معاونت میسر نہیں اور وہ حکومت کے لیے ترجیح معلوم نہیں ہوتے۔

انسانی حقوق کی وزارت کو وزارت قانون کا حصہ بنانا انسانی حقوق کے لیے حکومت کی ترجیح کا بحیثیت مجموعی ایک اظہار ہے۔دوسری صوبائی حکومتیں جیسا کہ پختونخوا حکومت واضح طور پر اظہار اور بیان کر چکی ہے کہ عورتیں اس کی ترجیحات کا معاملہ نہیں ہیں۔

اس تناظر میں، خواتین سیاسی نمائندوں کا کردار مزید اہم ہو جاتا ہے۔ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے مسائل پر زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کریں اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ان کے کئے گئے وعدوں سے پیچھے ہٹنے کی اجازت نہ دیتے ہوئے پاکستان میں عورتوں کے تحفظ اور بااختیاری کی تحریک کو آگے بڑھائیں۔

——مضمون نگار حقوق نسواں کی سرگرم کارکن، عورت فاؤنڈیشن کے بورڈ آف گورنرز کی رکن اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں کی سابق چیئرپرسن ہیں۔

جدول 8: عام انتخابات 2013 میں قومی اسمبلی کے لیے عام نشستوں پر دوسرے، تیسرے نمبر پر آنیوالی خواتین امیدوار

نمبر شمار	خواتین امیدوار کا نام	سیاسی وابستگی	حلقہ	حاصل کردہ ووٹ	پوزیشن
1	محترمہ تہمینہ دولتانہ	پی ایم ایل (ن)	این اے۔169 وہاڑی	72956	دوسری
2	محترمہ حناء منظور	پی ٹی آئی	این اے۔54 راولپنڈی	68687	دوسری
3	ڈاکٹر راحیلہ گل مگسی	پی ایم ایل (ن)	این اے۔223 ٹنڈو الٰہ یار خان	68118	دوسری
4	بی بی یاسمین شاہ	پی ایم ایل (ف)	این اے۔225 بدین	65258	دوسری
5	ڈاکٹر یاسمین راشد	پی ٹی آئی	این اے۔120 لاہور	52354	دوسری
6	ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان	پی پی پی	این اے۔111 سیالکوٹ	51046	دوسری
7	محترمہ عائشہ نذیر جٹ	آزاد	این اے۔167 وہاڑی	43703	دوسری
8	محترمہ نتاشا دولتانہ	پی پی پی	این اے۔168 وہاڑی	42292	دوسری
9	محترمہ صائمہ اختر بھروانہ	پی ایل ایم (ن)	این اے۔90 جھنگ	41620	دوسری
10	محترمہ زرتاج گل اخوند	پی ٹی آئی	این اے۔172 ڈیرہ غازی خان	38643	تیسری
11	محترمہ امجد علی وڑائچ	پی این ایم ایل	این اے۔92 ٹوبہ ٹیک سنگھ	36871	تیسری
12	محترمہ شفیقہ بیگم راؤ	پی پی پی	این اے۔144 اوکاڑہ	36723	دوسری
13	محترمہ ثمینہ خالد گھرکی	پی پی پی	این اے۔130 لاہور	32569	دوسری
14	محترمہ مہتاب اکبر راشدی	پی ایم ایل (ف)	این اے۔2 لاڑکانہ	32006	دوسری
15	محترمہ خوش بخت شجاعت	ایم کیو ایم	این اے۔250 کراچی	30365	دوسری
16	محترمہ غنوی بھٹو	(پی پی۔شہید بھٹو)	این اے۔207 لاڑکانہ	28195	دوسری
17	محترمہ سعدیہ بانو	آزاد	این اے۔138 قصور	26441	تیسری
18	محترمہ مریم بتول	پی ٹی آئی	این اے۔195 رحیم یار خان	18374	تیسری

آواز — قانون سازی پر نظر — عورت فاؤنڈیشن

'قانون سازی پر نظر' عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے 'آواز اور جوابدہی' پروگرام کی ریسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

مجلسِ اِدارت

ملیحہ ضیاء، وسیم واگھا

آپکے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی۔رابطہ کیلئے:

عورت فاؤنڈیشن، مکان نمبر 16، اتاترک ایوینیو، (پرانا ایمبیسی روڈ)، G-6/4، اسلام آباد،

فون نمبر: 52-051-2831350، فیکس نمبر: 051-2831349

ویب سائٹ: www.af.org.pk

اظہار لاتعلقی

عورت فاؤنڈیشن اپنے دائرہ کار سے متعلق اُبھرتے ہوئے بحث و مباحث کو پیش کرتی ہے۔ان صفحات پر پیش کئے جانے والے نقطہ ہائے مضمون نگار کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ادارہ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوں۔

آواز قومی کانفرنس برائے ’خواتین، امن اور سماجی ہم آہنگی‘ کے فورم سے ہمہ گیر صنفی اصلاحات لانے کا مطالبہ

جناب حارث خلیق محترمہ کشور ناہید کو گلدستہ پیش کرتے ہوئے

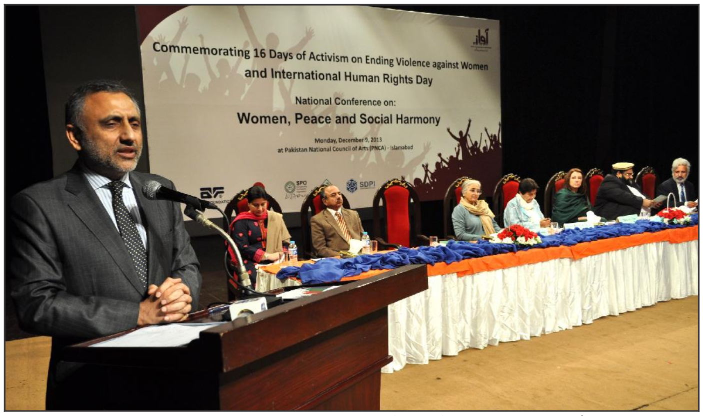

بیرسٹر ظفر اللہ خان کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ (بائیں سے دائیں) محترمہ ربیعہ ہادی، جناب ساجد منصور قیصرانی، محترمہ خاور ممتاز، جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال، محترمہ نیلم طورو، علامہ طاہر اشرفی اور جناب نعیم مرزا

تقریب میں پیش کیے گئے کھیل کا ایک منظر

سٹاف رپورٹ

2013 میں ’عورتوں پر تشدد کے خاتمے کے لیے فعالیت کے 16 دن‘ کے حوالے سے ہمارے پاس خوشی منانے کے لیے کچھ زیادہ نہیں۔ معاشرے میں عورتوں کی مجموعی صورت حال کے تناظر میں عموماً اور عورتوں کے معاملے میں ریاست کی طرف سے شنوائی کے حوالے سے خصوصاً بہتر ہونے کی بجائے ابتری کے شکار ہوئے ہیں۔ اس امر کا اظہار آواز اور جوابدہی پروگرام ’آواز‘ کی طرف سے 16 دنوں پر محیط فعالیت کی مہم کے اختتام کے موقع پر 9 دسمبر 2013 کو نیشنل کونسل آف آرٹس میں منعقدہ تقریب ’خواتین، امن اور معاشرتی ہم آہنگی‘ کے زیر عنوان قومی کانفرنس میں کیا گیا۔

آواز جو سول سوسائٹی کی پانچ معروف تنظیموں بشمول عورت فاؤنڈیشن، ساؤتھ ایشیا پارٹنر شپ پاکستان، سٹرنگتھننگ پارٹیسپیٹری آرگنائزیشن، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن اور سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ پر مشتمل کنسورشیم ہے اور ڈی اے آئی اُن کا مینیجنگ پارٹنر ہے نے اس موقع پر پنجاب اور خیبر پختونخوا کے 45 اضلاع میں کئی سرگرمیوں کا انعقاد کیا۔

کانفرنس کے دوران ’آواز اور عورت‘ کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی۔ دستاویزی فلم دکھائے جانے کے بعد معروف شاعر اور انسانی حقوق کی کارکن محترمہ کشور ناہید نے مختصر کلمات ادا کیے۔ انہوں نے مختصر دورانیے کی فلم میں شامل اپنی نظم بھی پڑھی۔ آواز کے ٹیم لیڈر حارث خلیق نے حقوق نسواں کے لیے ان کی جدوجہد کے اعتراف میں انہیں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ تقریب کی کارروائی آگے بڑھانے کی ذمہ داری ربیعہ ہادی اور فیروزہ نے سرانجام دی۔

قومی کانفرنس کی صدارت قومی کمیشن برائے مقام نسواں (این سی ایس ڈبلیو) کی سربراہ محترمہ خاور ممتاز نے کی۔ اس موقع پر دیگر مقررین میں بیرسٹر ظفر اللہ خان، وفاقی سیکرٹری قانون، انصاف اور انسانی حقوق، جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال علامہ طاہر اشرفی، چیئرپرسن پاکستان علما کونسل، محترمہ نیلم طورو، چیئرپرسن، صوبائی کمیشن برائے مقام نسواں خیبر پختونخوا، نعیم مرزا، چیف آپریٹنگ آفیسر عورت فاؤنڈیشن کے اور ساجد منصور قیصرانی، ایگزیکٹو ڈائریکٹر، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن شامل تھے۔

مقررین نے اس موقع پر صنفی اصلاحات، خواتین دوست قوانین کے نفاذ اور گھریلو تشدد پر قانون سازی کا مطالبہ کیا۔

کانفرنس کا آغاز جناب ساجد منصور قیصرانی کی طرف سے استقبالیہ کلمات سے ہوا۔ اپنے اظہار خیال کے دوران انہوں نے کہا کہ معاشرے میں انصاف اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ عورتوں کو، جو آبادی کا نصف حصہ ہیں، کو تشدد سے نجات نہیں دلائی جاتی۔ محترمہ عنبرین عجائب نے فعالیت کے 16 دن کی مہم کی مختصر تاریخ اور پاکستان میں عورتوں کے موجودہ سماجی و سیاسی حالات سے اس کی مطابقت بیان کی۔

جناب نعیم مرزا نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اب جبکہ وزارت نسواں صوبوں کو منتقل ہوچکی ہے این سی ایس ڈبلیو کو کابینہ میں بہرصورت نمائندگی ملنی چاہیے اور کسی مزید تاخیر کے بغیر قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کا قیام عمل میں آنا چاہیے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس ظاہر کیا کہ انسانی حقوق کی وزارت کو کمتر کرتے ہوئے قانون، انصاف اور انسانی حقوق کی وزارت کے ایک شعبے میں بدل دیا گیا۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ صنفی جرائم سے متعلق سیل بیس میں سے صرف دو اسامیاں پوری ہونے کے باعث ایک غیر مؤثر ادارہ ہے۔ پارلیمنٹ اور مقامی حکومتوں میں عورتوں کی نمائندگی کم کر دی گئی ہے جو ایک تشویشناک امر ہے۔ انہوں نے کہا کہ گو بلوچستان میں مقامی حکومت میں عورتوں کے لیے 33 فیصد نشستوں کو برقرار رکھا گیا ہے تاہم بعض علاقوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ انہوں نے کہا سوال یہ ہے کہ (گریپ GRAP) کی سفارشات، ’قومی لائحہ عمل 1997‘ اور ’قومی پالیسی 2002‘ کو آگے کیوں نہیں بڑھایا گیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ خواتین اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف تمام امتیازی قوانین کا بہرصورت خاتمہ کیا جائے۔

بیرسٹر ظفر اللہ نے اس امر سے اتفاق کیا کہ اگرچہ کئی معاملات میں بہتری آئی بھی ہے پھر بھی کئی حوالوں سے بہتری کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا اب پہلے سے زیادہ خواتین وکلاء اور جج ہیں اور عمومی طور پر روزمرہ زندگی میں عورتیں زیادہ سرگرم کردار کی حامل ہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ جب تک انصاف سب کو میسر نہیں آتا، معاشرے میں انصاف نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ رسوم، اقدار اور رواج کے مقابلے میں قانون کی حکمرانی کا عنصر بہت کم ہے۔ ان کی وزارت مسیحی اور ہندو شہریوں کے لیے شادیوں اور طلاق کے قوانین سے متعلق مسودہ قانون لانے کے لیے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ گھریلو تشدد سے متعلق مسودہ قانون پارلیمنٹ کی طرف سے جتنا جلد ممکن ہو منظور کیا جانا چاہیے۔

علامہ طاہر اشرفی نے کہا کہ ایسے ملک میں جہاں مذہب ذاتی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے وہاں امن اور سماجی ہم آہنگی کا قیام ممکن نہیں۔ ریاست نے ان عناصر کے بارے میں بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے جنہوں نے مساجد پر قبضہ کر رکھا ہے اور جو مذہب کو کاروبار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کی طرف سے کالعدم تنظیموں کو خوش رکھنے کی پالیسی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں نفرت انگیز تحریر و تقریر کی حوصلہ شکنی اور مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لیے قوانین موجود ہیں مگر ان پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ انہوں نے کہا کہ حالات میں اس وقت تک بہتری نہیں آئے گی جب تک شہری سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کا استعمال کرنے والے جاہل اور رجعت پسند عناصر کی طرف چھین لی جانے والی آزادی کے حصول کے لیے اٹھ کھڑے نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ ان کے لیے سلمان تاثیر کے قتل، سی آئی آئی میں ہندو لڑکیوں کی شادیوں اور اسلامی نظریاتی کونسل میں ڈی این اے کے مسئلہ کے خلاف کھڑا ہونا مشکل تھا مگر انہوں نے ان امور کی مخالفت کی اور ہم سب کو ایسی ہی جرأت کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان علما کونسل اسلام کی حقیقی روح بحال کرنے کوشش کر رہی ہے جو امن، رواداری اور مردوں اور عورتوں کی برابری سے عبارت ہے۔

انہوں نے کہا کہ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور نہتے شہریوں کے خلاف کسی طرح کا تشدد نہیں ہونا چاہیے مگر اس کے باوجود لاہور، پشاور، کوئٹہ اور کراچی میں ان عورتوں اور بچوں کو جہاد کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے۔

جسٹس (ر) ناصرہ جاوید اقبال نے قصاص اور دیت کے قوانین کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ 1990 میں وفاقی شرعی عدالت نے ایک حکم دیا کہ تعزیرات پاکستان میں ’جسمانی طور پر نقصان سے دوچار کرنے‘ سے متعلق دیے گیے جرائم اسلامی احکامات کے منافی ہیں۔ اس کے باعث قصاص و دیت کا قانون متعارف کرایا گیا۔ جس کے نتیجے میں قتل ایک نجی معاملہ بن گیا اور قتل کے جرم کی سزا دینے یا معاف کرنے کے فیصلے کا اختیار مقتول کے رشتہ داروں کو دیا گیا۔ پوری دنیا میں سزا دینے کا اختیار ریاست کے پاس ہے مگر پاکستان کے معاملے میں قانون کو مسخ کیا گیا اور یہ اختیار افراد کو دے دیا گیا۔ 90 کی دہائی کی ابتدا میں صائمہ سرور کیس قصاص و دیت کے قانون کی ستم ظریفی کی واضح مثال ہے۔ 2004 میں غیرت کے نام پر قتل سے متعلق قانون متعارف کرایا گیا مگر اس قانون میں کئی سقم ہیں جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔

محترمہ نیلم طورو نے کہا کہ خیبر پختونخوا میں عورتوں کو کئی سماجی اور سیاسی رکاوٹوں کا سامناہ کرنا پڑتا ہے۔ لڑکیوں میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ صوبے میں سکولوں پر عسکریت پسندوں کے حملوں کے بعد وہ سکول جانے سے خوفزدہ ہیں۔ صوبائی کمیشن برائے مقام نسواں نکاح نامہ رجسٹر کرنے اور عورتوں کو طلاق لینے کے حق کی اہمیت سے متعلق آگاہی عام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

محترمہ خاور ممتاز نے اس موقع پر کہا کہ حالیہ مشکلات خصوصاً وہ جو دہشت گردی کے باعث درپیش ہیں کے باوجود عورتوں کے حقوق کے لیے جدوجہد جاری رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ قوانین بہت اہم ہیں مگر مقامی اور قومی سطح پر آگاہی بھی ضروری ہے انہوں نے 7000 دیہات اور شہری آبادیوں میں ان معاملات پر آگاہی عام کرنے پر آواز کنسورشیم کی تعریف کی اور کہا کہ ایک بین الصوبائی وزراء رابطہ کمیٹی موجود ہے جسے تقویت دینے کی ضرورت ہے اور اسے زیادہ فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔ اپنے اختتامی کلمات میں انہوں نے کہا کہ عورتیں کسی خوف کے بغیر جدوجہد جاری رکھیں گی اور راستے میں آنے والے تمام چیلنجوں کا مقابلہ کریں گی۔

تقریب کے آخر میں انٹرا ایکٹو ریسورس سینٹر کی جانب سے پاکستان کی سیاسی تاریخ سے متعلق ’میوزیکل چیئرز‘ کے زیر عنوان ایک کھیل بھی پیش کیا گیا۔

مقامی حکومتوں میں عورتوں اور محروم طبقات کیلئے زیادہ نمائندگی کا مطالبہ

(بائیں سے دائیں) ڈاکٹر شہزاد وسیم، ڈاکٹر فاروق ستار، محترمہ خاور ممتاز، جناب نصیر میمن، جناب دانیال عزیز، محترمہ طاہرہ عبداللہ اور محترمہ ریحانہ ہاشمی

سٹاف رپورٹ

اسلام آباد: اراکین پارلیمنٹ، انسانی حقوق کے کارکنوں اور مقامی حکومت کے ماہرین نے مقامی حکومت کو پاکستان میں جمہوریت کا لازم مگر غائب حصہ قرار دیتے ہوئے مقامی حکومت کا ایک ایسا نظام متعارف کرانے کا مطالبہ کیا ہے جو 'جمہوری طور پر نمائندہ' ہو اور شہریوں کی با مقصد شرکت کو یقینی بناتا ہو۔ اس امر کا اظہار انہوں نے یکم اگست، 2013 کو 'مقامی حکومتیں، قانون سازی اور شہریوں کے تحفظات' کے زیر عنوان منعقدہ قومی کانفرنس کے دوران کیا۔

آواز اور جوابدہی پروگرام 'آواز' کی طرف سے منعقدہ کانفرنس میں مطالبات کے ایک میثاق کی منظوری دی گئی جس کے تحت مقامی حکومت کی تمام سطحوں پر سیاسی جماعتوں اور حلقوں کی بنیاد پر ہونے والے براہِ راست اور مخلوط انتخاب کے ذریعے عورتوں کی کم از کم 33 فیصد نمائندگی، کسانوں کے لیے 10 فیصد اور اقلیتوں کے لیے 5 فیصد نشستوں کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔

میثاق میں، جو عورت فانڈیشن کی طرف سے محترمہ فیروزہ زہرہ نے پیش کیا، مطالبہ کیا گیا کہ یونین کونسل کو کم از کم 20 اراکین پر مشتمل ہونا چاہیئے تا کہ شہریوں کی با مقصد شرکت کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی حکومت کو آئینی تحفظ اور مالیاتی اور انتظامی خود مختاری دی جائے اور دیہی و شہری تقسیم کو ختم کیا جائے۔ آواز کنسورشیم میں شریک اداروں میں عورت فاؤنڈیشن، ساؤتھ ایشیا پارٹنر شپ پاکستان، سٹرنگتھننگ پارٹیسپیٹری آرگنائزیشن، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن اور سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ شامل ہیں۔

اس موقع پر قومی کمیشن برائے مقام نسواں (این سی ایس ڈبلیو) کی سربراہ محترمہ خاور ممتاز مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھیں جبکہ آواز اسٹیئرنگ کمیٹی کے سربراہ اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر ایس پی او جناب نصیر میمن نے تقریب کی صدارت کی۔ عورت فاؤنڈیشن کے چیف سٹرٹیجی اینڈ پالیسی آفیسر جناب یونس خالد نے کانفرنس کی کارروائی آگے بڑھانے کی ذمہ داری سرانجام دی۔ آواز پروگرام کی ڈپٹی ٹیم لیڈر محترمہ نغمہ امداد نے اس موقع پر آواز پروگرام کے زیر توجہ امور اور پیروکاری و تحقیق سے متعلق اس کے مقاصد بیان کیے۔

کانفرنس کے مقررین میں پی ایم ایل (ن) کے رکن قومی اسمبلی جناب دانیال عزیز، قومی اسمبلی میں ایم کیو ایم کے پارلیمانی رہنما ڈاکٹر فاروق ستار، چیئرمین تحریک انصاف کے مشیر ڈاکٹر شہزاد وسیم، انسانی حقوق کے سرگرم کارکن محترمہ طاہرہ عبداللہ، محترمہ ریحانہ ہاشمی، جناب نعیم مرزا اور جناب ساجد منصور قیصرانی شامل تھے۔ سیاسی جماعتوں کے رہنماں نے اپنی متعلقہ جماعتوں کا نقطہ نظر پرزور انداز سے پیش کیا جبکہ محترمہ طاہرہ عبداللہ اور محترمہ ریحانہ ہاشمی نے حقوق نسواں کے تناظر میں گفتگو کی۔

راولپنڈی میں موم بتیاں روشن کرنے کا ایک منظر

اوکاڑہ میں ووٹروں کی سہولت کے لیے لگایا گیا کیمپ

راولپنڈی میں قانونی امداد کے لیے لگایا گیا کیمپ

مردان میں منعقدہ ایک آگہی نشست کا منظر

عورتوں پر تشدد کے خاتمے کیلئے فعالیت کے 16 دن

آواز اور جوابدہی پروگرام 'آواز' کے کنسورشیم میں شامل اداروں نے پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے 45 اضلاع میں عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کے لیے فعالیت کے 16 دن منائے۔ سول سوسائٹی کی پانچ تنظیموں عورت فاؤنڈیشن، ساؤتھ ایشیا پارٹنر شپ پاکستان، سٹرنگتھننگ پارٹیسپیٹری آرگنائزیشن، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن اور سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ نے مہم کا آغاز لاہور اور پشاور میں صوبائی کانفرنسوں کے انعقاد سے کیا۔ ان کانفرنسوں کے دوران گھریلو تشدد پر قانون سازی اور قصاص و دیت کے قوانین میں اصلاحات پر گفتگو کی گئی۔ ان تقاریب میں آواز پروگرام سے وابستہ لوگ، وکلاء، ججوں، صوبائی اسمبلیوں کے اراکین اور طلبہ نے شرکت کی۔ ابلاغ کا مؤثر ذریعہ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے قابل رسائی ہونے کی وجہ سے ریڈیو کو عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کا پیغام پھیلانے اور گھریلو تشدد پر قانون سازی کا مطالبہ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔

مقامی حکومتوں کیلئے 'آواز اُٹھا' مہم کے تحت سرگرمیاں

سپریم کورٹ کے حکم اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے مقامی حکومتوں کے نظام کے لیے قانون سازی پر پیش رفت کے پیش نظر آواز پروگرام نے نومبر 2013 میں 'آواز اٹھا' مہم کے دوسرے مرحلے کا آغاز کیا تا کہ مقامی آبادیوں کو بلدیاتی انتخابات میں عورتوں اور نظر انداز طبقات کی بطور ووٹر اور امیدوار شرکت یقینی بنانے کے لیے متحرک کیا جا سکے۔ اس مہم کی سرگرمیوں میں یونین کونسل کی سطح پر آگہی نشستوں کا اہتمام شامل تھا جن کے دوران عورتوں اور نظرانداز طبقات کو سہولت کار کیمپوں اور معلومات کی فراہمی کے ذریعے انتخابات میں شرکت کے ضمن میں معاونت کی گئی۔ دونوں صوبوں میں مقامی حکومت سے متعلق مجوزہ قانون سازی کے تجزیہ کا اہتمام بھی کیا گیا اور اسے شائع کیا گیا۔ یہ مہم آواز پروگرام کے تمام 45 اضلاع میں چلائی جا رہی ہے۔ متعلقہ علاقوں کی سطح پر دیگر سرگرمیوں میں سیمینار، ریلیاں، مکالمے، تھیٹر کے علاوہ 400 سے زیادہ یونین کونسلوں میں آگہی نشستوں کا انعقاد شامل ہے۔ ان مواقع پر زیر بحث لائے جانے والے اہم موضوعات مقامی حکومت میں عورتوں کی شرکت سے متعلق معاملات تھے۔

منڈی بہاؤالدین میں لگایا گیا ایک سہولتی کیمپ

سرگودھا میں انتخابی مانیٹرنگ سیل کا ایک منظر

حالیہ انتخابات میں خواتین اراکین اسمبلی کی بڑی تعداد پہلی بار منتخب ہوئی

بقیہ صفحہ 1 سے

عام نشستوں پر پہلی بار منتخب ہونیوالی خواتین کی شرح 57 فیصد کے لگ بھگ ہے۔

مذہبی اقلیتوں کے لئے مخصوص نشستوں پر منتخب ہونیوالے 33 اراکین میں سے صرف دو خواتین ہیں جو کُل اقلیتی اراکین کا بمشکل 6 فیصد بنتی ہیں۔

قومی اسمبلی میں کل 70 خواتین ارکان پارلیمنٹ موجود ہیں جن میں سے 37 پہلی بار منتخب ہوئیں (35 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر اور 2 عام نشستوں پر)۔ یہ خواتین اراکین پارلیمنٹ پہلی بار 14 ویں قومی اسمبلی (2013-2018) سے اپنے پارلیمانی دور کی ابتدا کررہی ہیں اور اگلے پانچ برسوں کے دوران قانون سازی کے امور سر انجام دیں گی۔

قومی اسمبلی میں آنیوالی ان 37 نئی خواتین میں سے 19 سیاسی طور پر پی ایم ایل (ن) سے وابستہ ہیں، 6 کا تعلق پی ٹی آئی سے، 4 کا پی پی پی سے، ایم کیو ایم اور جے یو آئی (ف) ہر سے 2 جبکہ پی ایم اے پی، پی ایم ایل (ف)، این پی پی اور جے آئی ہر سے 1 خاتون شامل ہے۔

23 خواتین پارلیمنٹ میں دوسری مرتبہ (20 خواتین کے لئے مخصوص نشستوں پر اور 3 عام نشستوں پر)، اور 8 خواتین تیسری مرتبہ (4 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر، 3 عام نشستوں پر اور 1 اقلیتوں کیلئے مخصوص نشستوں پر) آنے میں کامیاب رہیں۔

محترمہ تہمینہ دولتانہ، پی ایم ایل (ن) کی کہنہ مشق سیاستدان، خواتین کیلئے مخصوص نشست پر منتخب ہوکر پانچویں بار 14 ویں قومی اسمبلی میں واپس آئیں۔ اب تک وہ واحد خاتون رکن پارلیمنٹ ہیں جو پانچویں بار قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔ انہوں نے اپنے روایتی حلقے وہاڑی، پنجاب، سے 1993، 1997 اور 2002 میں عام نشست پر کامیابی حاصل کی جبکہ 2008 میں اور 2013 کے انتخابات میں عام نشستوں پر ناکامی کے بعد وہ خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر اسمبلی میں واپس آئیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والی سابق سپیکر قومی اسمبلی ڈاکٹر فہمیدہ مرزا چوتھی مرتبہ منتخب ہوکر قومی اسمبلی میں آئیں، انہوں نے ہر بار سندھ کے ضلع بدین سے اپنی روایتی نشست پر کامیابی حاصل کی۔

قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لیے مخصوص 10 نشستوں پر جے یو آئی (ف) کی محترمہ آسیہ ناصر واحد خاتون ہیں جو تیسری مرتبہ قومی اسمبلی میں واپس آئیں۔

پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں خواتین اراکین کی کل تعداد 76 ہے جن میں سے 66 خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر، 1 اقلیتی نشست پر جبکہ 9 عام نشستوں پر منتخب ہوئیں۔ پنجاب اسمبلی میں موجود کُل خواتین میں سے 60 پہلی بار منتخب ہوئیں، یوں خواتین اراکین کے تناظر میں پنجاب اسمبلی تقریبا ایک بدلا ہوا منظر پیش کررہی ہے۔

خواتین کیلئے مخصوص 66 نشستوں پر منتخب ہونیوالی 52 اراکین پہلی بار عوامی نمائندگی کا آغاز کررہی ہیں جن میں سے بیشتر کا تعلق پی ایم ایل (ن) سے ہے۔ پی ٹی آئی کی تمام 6 اراکین اور اقلیتوں کیلئے مخصوص نشست پر منتخب ہونیوالی رکن اسمبلی بھی نئی ہیں۔

اسمبلی میں 12 اراکین دوسری جبکہ 4 تیسری بار منتخب ہوئیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ عام نشستوں پر منتخب 9 خواتین میں سے 7 بھی نئی ہیں اور سب کا تعلق پی ایم ایل (ن) سے ہے۔

سندھ کی صوبائی اسمبلی 168 اراکین پر مشتمل ہے جن میں خواتین اراکین کی تعداد 31 ہے۔ ان میں سے 29 مخصوص نشستوں پر جبکہ 2 عام نشستوں پر منتخب ہوئیں۔ ان میں سے 20 اراکین نئی ہیں جن میں عام نشستوں پر منتخب ہونے والی دو اراکین بھی شامل ہیں۔ پانچ اراکین دوسری اور 6 تیسری بار اسمبلی کی رکن بنیں۔

خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلی 124 اراکین پر مشتمل ہے جن میں خواتین کی تعداد 22 ہے جو مخصوص نشستوں پر منتخب ہوئیں۔ ان میں سے 18 اراکین نئی ہیں، 2 اراکین دوسری بار جبکہ 2 تیسری بار منتخب ہوکر اسمبلی میں آئیں۔

بلوچستان کی صوبائی اسمبلی 65 اراکین پر مشتمل ہے جس میں خواتین اراکین کی تعداد 12 ہے جن میں سے 11 مخصوص نشستوں پر اور 1 عام نشست پر منتخب ہوئیں۔ ان خواتین میں سے 6 پہلی بار منتخب ہوئیں۔ مخصوص نشستوں پر منتخب ہونے والی 11 اراکین میں سے 5 پہلی بار، 2 دوسری بار اور 4 تیسری بار اسمبلی میں آئی ہیں۔ عام نشست پر منتخب ہونے والی واحد رکن بھی پہلی بار اسمبلی کی رکن بنیں۔

(ذیل میں دیا گیا جدول۔9، ان اراکین قومی اور صوبائی اسمبلی کے ناموں، انکی سیاسی وابستگی اوران کے پارلیمانی تجربے کی تفصیل پر مبنی ہے)

جدول 9: مخصوص نشستوں پر منتخب خواتین اراکین قومی اسمبلی، جماعتی وابستگی اور مدت

خیبر پختونخوا سے (8)

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ نفیسہ عنایت اللہ خان خٹک	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
2	محترمہ مسرت احمد زیب	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
3	محترمہ ساجدہ بیگم	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
4	محترمہ عائشہ گلالئی	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
5	محترمہ شاہدہ اختر علی	جے یو آئی (ف)	دوسری (2002, 2013)
6	محترمہ نعیمہ کشور خان	جے یو آئی (ف)	پہلی (2013)
7	بیگم طاہرہ بخاری	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
8	محترمہ عائشہ	جے آئی	پہلی (2013)

پنجاب سے (35)

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ انوشہ رحمان احمد خان	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
2	محترمہ زیب جعفر*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*, 2013)
3	محترمہ طاہرہ اورنگزیب	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
4	محترمہ پروین مسعود بھٹی*	پی ایم ایل (ن)	تیسری (2002*، 2008, 2013)
5	محترمہ عائشہ رضا فاروق	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
6	محترمہ شائستہ پرویز	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
7	محترمہ نگہت پروین	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
8	بیگم مجیدہ وائیں	پی ایم ایل (ن)	دوسری (1990, 2013)
9	محترمہ خالدہ منصور	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
10	محترمہ آسیہ ناز تنولی	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
11	محترمہ ردا خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
12	محترمہ سیما محی الدین جمیلی	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
13	محترمہ شہناز سلیم ملک	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
14	محترمہ لیلیٰ خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
15	محترمہ عارفہ خالد پرویز*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*, 2013)
16	محترمہ ثریا اصغر	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
17	محترمہ شہزادی عمرزادی ٹوانہ*	پی ایم ایل (ن)	تیسری (2002,2008*, 2013)
18	محترمہ مائزہ حمید*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*, 2013)
19	محترمہ فرحانہ قمر	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
20	محترمہ شاہین شفیق	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)
21	محترمہ عفت لیاقت*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*,2013)
22	محترمہ شازیہ اشفاق مٹو*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*,2013)
23	محترمہ روبینہ خورشید عالم	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
24	محترمہ زہرہ ودود فاطمی	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
25	ڈاکٹر عاصمہ ممدوٹ*	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008*,2013)
26	محترمہ مریم اورنگزیب	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
27	محترمہ صبیحہ نذیر	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
28	محترمہ عامرہ خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
29	محترمہ فلس عظیم	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
30	محترمہ شزا فاطمہ خواجہ	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)
31	محترمہ تہمینہ دولتانہ	پی ایم ایل (ن)	پانچویں (2002,2008,2013 1993،1997)
32	ڈاکٹر شیریں مہرالنساء مزاری	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
33	محترمہ منزہ حسن	پی ٹی آئی	پہلی (2013)
34	محترمہ بیلم حسنین	پی پی پی	دوسری (2002,2008,2013)
35	محترمہ شکیلہ لقمان	پی ایم ایل (ن)	پہلی (2013)

* اس سال وہ ایم پی اے منتخب ہوئی تھیں۔

سندھ سے (14)

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ شگفتہ جمانی	پی پی پی	تیسری (2002،2008،2013)
2	محترمہ نفیسہ شاہ	پی پی پی	دوسری (2008،2013)
3	محترمہ ثریا جتوئی	پی پی پی	دوسری (2008،2013)
4	محترمہ مہرین رزاق بھٹو	پی پی پی	دوسری (2008،2013)
5	محترمہ علیزہ اقبال حیدر	پی پی پی	پہلی (2013)
6	محترمہ مسرت رفیق مہیسر	پی پی پی	پہلی (2013)
7	محترمہ شاہدہ رحمانی	پی پی پی	پہلی (2013)
8	محترمہ کشور زہرہ	ایم کیو ایم	دوسری (2008, 2013)
9	محترمہ طاہرہ آصف	ایم کیو ایم	دوسری (2002, 2013)
10	محترمہ سمن سلطانہ جعفری	ایم کیو ایم	پہلی (2013)
11	ڈاکٹر نکہت شکیل	ایم کیو ایم	پہلی (2013)
12	محترمہ ریتا ایشور	پی ایم ایل (ف)	پہلی (2013)
13	محترمہ شاہجہاں	این پی پی	پہلی (2013)
14	محترمہ ماروی میمن	پی ایم ایل (ن)	دوسری (2008, 2013)

بلوچستان سے (3)

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ کرن حیدر	پی ایم ایل (این)	پہلی (2013)
2	محترمہ نسیمہ	پی ایم اے پی	پہلی (2013)
3	محترمہ عالیہ کامران	جے یو آئی (ف)	پہلی (2013)

عام نشستوں پر منتخب خواتین اراکین قومی اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ غلام بی بی بھروانہ	پی ایم ایل (ن)	تیسری(2002،2008،2013)
2	محترمہ سائرہ افضل تارڑ	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
3	محترمہ شازیہ مبشر	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
4	محترمہ سمیرا ملک	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
5	محترمہ فریال تالپور	پی پی پی	دوسری(2008, 2013)
6	ڈاکٹر عذرا افضل پیچوہو	پی پی پی	تیسری(2002،2008،2013)
7	ڈاکٹر فہمیدہ مرزا	پی پی پی	چوتھی(1997،2002،2008،2013)
8	محترمہ شازیہ مری*	پی پی پی	تیسری(2002*, 2008*, 2013)
9	محترمہ شمس النساء	پی پی پی	پہلی(2013)

* اس سال وہ ایم پی اے منتخب ہوئی تھیں۔

اقلیتوں کیلئے مخصوص نشست پر منتخب خاتون رکن قومی اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ آسیہ ناصر	جے یو آئی (ف)	تیسری(2002،2008،2013)

مسلسل تیسری بار اقلیتوں کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب ہوئی ہیں۔

خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب اراکین پنجاب اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	ڈاکٹر عالیہ آفتاب	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
2	ڈاکٹر عائشہ غوث	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
3	محترمہ عائشہ جاوید	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
4	محترمہ اعظمیٰ بخاری	پی ایم ایل (ن)	تیسری(2002،2008،2013)
5	محترمہ عذرا صابر خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
6	محترمہ بسیمہ چوہدری	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
7	بیگم خولہ امجد	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
8	محترمہ بشریٰ انجم بٹ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
9	محترمہ فائزہ احمد ملک	پی پی پی	تیسری(2002،2008،2013)
10	محترمہ فرح منظور	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
11	محترمہ فرحانہ افضل	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
12	محترمہ فرزانہ بٹ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
13	ڈاکٹر فرزانہ نذیر	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2002, 2013)
14	محترمہ فوزیہ ایوب قریشی	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
15	محترمہ غزالہ شاہین	پی ایم ایل (ض)	پہلی(2013)
16	محترمہ گلناز شہزادی	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
17	محترمہ حسینہ بیگم	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
18	محترمہ حنا پرویز بٹ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
19	محترمہ ارم حسن باجوہ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
20	محترمہ جیدہ خالد	پی ایم ایل	پہلی(2013)
21	محترمہ جوائس روفن جولیس	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
22	محترمہ کنیز اختر	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
23	محترمہ کنول نعمان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
24	محترمہ کرن عمران	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
25	محترمہ لبنیٰ فیصل	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
26	محترمہ لبنیٰ ریحان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
27	محترمہ مدیحہ خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
28	محترمہ میری گل	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
29	محترمہ مہوش سلطانہ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
30	محترمہ نبیلہ حکیم	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
31	محترمہ نبیرہ عندلیب	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
32	محترمہ ناہید نعیم	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
33	محترمہ نجمہ افضل خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
34	محترمہ نجمہ بیگم	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
35	محترمہ نسیم لودھی	پی ایم ایل (ن)	تیسری(2002،2008،2013)
36	محترمہ نسرین جاوید	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
37	محترمہ نوشین حامد	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
38	محترمہ نگہت شیخ	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
39	محترمہ پروین اختر	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
40	محترمہ راحیلہ انور	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
41	محترمہ راحیلہ نعیم	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
42	محترمہ راحیلہ یحیٰی منور	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
43	محترمہ رخسانہ کوکب	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
44	محترمہ سعدیہ سہیل رانا	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
45	محترمہ صبا صادق	پی ایم ایل (ن)	تیسری(2002،2008،2013)
46	محترمہ سعدیہ ندیم ملک	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
47	محترمہ سائرہ افتخار	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
48	محترمہ سلمیٰ شاہین بٹ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
49	محترمہ شبینہ ذکریا بٹ	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
50	محترمہ شاہ جہاں	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
51	محترمہ شاہین اشفاق*	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008*, 2013)
52	محترمہ شمیلہ اسلم	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
53	محترمہ شمیم اختر	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
54	محترمہ شازیہ کامران	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
55	محترمہ شازیہ طارق	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
56	محترمہ ثوبیہ انور ستی	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
57	محترمہ سلطانہ شاہین	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
58	محترمہ سمیرا سمیع	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
59	محترمہ ثریا نسیم	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
60	سیدہ عظمیٰ قادری	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
61	محترمہ طاہرہ نون	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
62	محترمہ تمکین اختر	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
63	محترمہ تحسین فواد	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
64	محترمہ ذکیہ شاہنواز خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
65	محترمہ زیب النساء اعوان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
66	محترمہ ظل ہماء	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)

* اس سال وہ ایم پی اے منتخب ہوئی تھیں۔

عام نشستوں پر منتخب خواتین اراکین پنجاب اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ عفت معراج اعوان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
2	محترمہ حمیدہ وحید الدین	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
3	محترمہ نغمہ مشتاق	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
4	محترمہ ثمینہ نور	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
5	محترمہ نادیہ عزیز	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
6	محترمہ نازیہ راحیل	پی ایم ایل (ن)	دوسری(2008, 2013)
7	محترمہ راشدہ یعقوب	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
8	محترمہ ریاض امانت علی ورک	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
9	محترمہ شمعونہ عنبرین قیصرانی	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)

اقلیتوں کیلئے مخصوص نشست پر منتخب خاتون رکن پنجاب اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ شنیلہ رتھ	پی ٹی آئی	پہلی(2013)

خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب اراکین سندھ اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ عائشہ خاتون	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
2	محترمہ بلقیس مختار	ایم کیو ایم	تیسری(2002،2008،2013)
3	محترمہ فرحت سیمی	پی پی پی	دوسری(2008, 2013)
4	محترمہ غزالہ سیال	پی پی پی	پہلی(2013)
5	محترمہ ہیر سوہو	ایم کیو ایم	تیسری(2002،2008،2013)
6	محترمہ ارم خالد	پی پی پی	پہلی(2013)
7	محترمہ ارم عظیم فاروقی	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
8	محترمہ خیر النساء	پی پی پی	پہلی(2013)
9	محترمہ کلثوم اختر	پی پی پی	تیسری(2002،2008،2013)
10	محترمہ مہتاب اکبر راشدی	پی ایم ایل (ف)	دوسری(2008, 2013)
11	محترمہ ناہید بیگم	ایم کیو ایم	دوسری(2008, 2013)
12	محترمہ نائلہ منیر	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
13	محترمہ نصرت بانو سحر عباسی	پی ایم ایل (ایف)	دوسری(2008, 2013)
14	محترمہ نصرت سلطانہ	پی پی پی	پہلی(2013)
15	محترمہ رعنا عنصر	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
16	محترمہ ریحانہ لغاری	پی پی پی	پہلی(2013)
17	محترمہ روبینہ سعادت*	پی پی پی	تیسری(2002*،2008*،2013)
18	محترمہ رخسانہ شاہ	پی پی پی	دوسری(2002, 2013)
19	محترمہ سائرہ شہلیانی	پی پی پی	دوسری(2002, 2013)
20	ڈاکٹر سجیلہ لغاری	پی پی پی	تیسری(2002،2008،2013)
21	ڈاکٹر سیما ضیاء	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
22	محترمہ شاہینہ	پی پی پی	پہلی(2013)
23	محترمہ شہناز بیگم	پی پی پی	پہلی(2013)
24	محترمہ شمیم ممتاز	پی پی پی	پہلی(2013)
25	محترمہ شرمیلا فاروقی	پی پی پی	پہلی(2013)
26	محترمہ شازیہ جاوید	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
27	محترمہ سوراتھ تھیبو	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
28	محترمہ سمیتا افضل	ایم کیو ایم	پہلی(2013)
29	سیدہ شہلا رضا	پی پی پی	دوسری(2008, 2013)

* اس سال وہ ایم این اے منتخب ہوئی تھیں۔

عام نشستوں پر منتخب اراکین سندھ اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ ثانیہ ناز بلوچ	پی پی پی	پہلی(2013)
2	محترمہ پروین عزیز جونیجو	پی پی پی	پہلی(2013)

خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب اراکین خیبر پختونخوا اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ آمنہ سردار	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
2	محترمہ عائشہ نعیم	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
3	محترمہ انیسہ زیب	کیو ڈبلیو پی	دوسری(1988, 2013)
4	محترمہ بی بی فوزیہ	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
5	محترمہ دینا ناز	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
6	محترمہ خاتون بی بی	اے جے آئی پی	پہلی(2013)
7	محترمہ ملیحہ تنویر	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
8	محترمہ مہر تاج روغنی	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
9	محترمہ معراج ہمایوں خان	کیو ڈبلیو پی	پہلی(2013)
10	محترمہ نادیہ شیر	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
11	محترمہ نگینہ خان	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
12	محترمہ نجمہ شاہین	جے یو آئی (ایف)	پہلی(2013)
13	محترمہ نرگس	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
14	محترمہ نسیم حیات	پی ٹی آئی	پہلی(2013)
15	محترمہ نگہت اورکزئی	پی پی پی	تیسری(2002،2008،2013)
16	محترمہ راشدہ رفعت	جے آئی	پہلی(2013)
17	محترمہ رومانہ جلیل	جے یو آئی (ایف)	پہلی(2013)
18	محترمہ رقیہ حنا	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
19	محترمہ ثوبیہ شاہد	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
20	محترمہ عظمیٰ خان	جے یو آئی (ایف)	دوسری(2008, 2013)
21	محترمہ یاسمین پیر محمد خان	اے این پی	تیسری(2002،2008،2013)
22	محترمہ زرین ریاض	پی ٹی آئی	پہلی(2013)

خواتین کیلئے مخصوص نشستوں پر منتخب اراکین بلوچستان اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ ثمینہ خان	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
2	محترمہ راحیلہ حمید	پی ایم ایل (ن)	تیسری(2002،2008،2013)
3	محترمہ سپوژمی اچکزئی	پی ایم اے پی	دوسری(2002, 2013)
4	محترمہ معصومہ حیات	پی ایم اے پی	پہلی(2013)
5	محترمہ یاسمین لہری	این پی	پہلی(2013)
6	محترمہ شمع اسحاق	این پی	دوسری(2002, 2013)
7	محترمہ حسن بانو	جے یو آئی (ایف)	دوسری(2008, 2013)
8	محترمہ رقیہ سعید ہاشمی	پی ایم ایل (ق)	تیسری(2002،2008،2013)
9	محترمہ کشور احمد	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)
10	محترمہ عارفہ صدیق	پی ایم اے پی	پہلی(2013)
11	محترمہ شاہدہ رؤف	جے یو آئی (ایف)	تیسری(2002،2008،2013)

عام نشست پر منتخب خاتون رکن بلوچستان اسمبلی

نمبر شمار	نام	سیاسی جماعت	مدت
1	محترمہ راحت بی بی جمالی	پی ایم ایل (ن)	پہلی(2013)

سیاسی جماعتوں کے منشور۔ عورتوں سے کیے گیے وعدے

یہ مضمون 'نؤ کمیونٹیز' (Now Cummunities) کے ایک مطالعہ اور عورت فانڈیشن کی تحقیق کا مجموعہ ھے۔ اے این پی ،پی پی پی ، پی ایم ایل (ن)، جے آئی ، پی ایم ایل (ق) اور پی ٹی آئی سے متعلق حصے سید جعفر احمدکی مئی 2013 میں مرتب کی گئی 'نؤ کمیونٹیز' کی رپورٹ 'دھشت گردی، انتھاپسندی، امن و امان کابحران، اور پاکستان میں 2013 کے انتخابات : سیاسی جماعتیں کیا پیش کر رھی ھیں' سے لیے گئے ھیں۔ایم کیو ایم، پی ایم اے پی، این پی ، پی ایم ایل(ف)اور جے یو آئی (ف) سے متعلق حصے عورت فاؤنڈیشن نے تحریر کیے ھیں۔

انتخابات کے موقع پر سیاسی جماعتیں اپنے منشور اور ملک کے شہریوں کے ساتھ کیے جانے والے وعدوں پر نظر ثانی کرتی ہیں۔ سول سوسائٹی کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ اسے سیاسی جماعتوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اپنے منشور میں کیے جانے والے وعدوں پر صرف انتخابات کے موقع پر رجوع کرنے کی بجائے حکومت کے تمام عرصے میں ان پر عمل کریں۔ اس مقصد کے لیے تمام اہم سیاسی جماعتوں کی طرف سے عورتوں سے متعلق کیے گئے وعدوں کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ خلاصہ یکجا ہونے سے سول سوسائٹی کو منشور میں کیے گے وعدوں کی بدولت عورتوں کے حقوق کے لئے مطالبہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

پاکستان مسلم لیگ (ن)

پاکستان مسلم لیگ (ن) نے ملک کی عورتوں کے لیے ایک پروگرام وضع کیا ہے جو اسلام میں عورت کے مقام سے متعلق ہے اور اسلام نے عورتوں کو جو احترام اور تحفظ دیا ہے، اسے یقینی بنانے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ عورتوں سے مندرجہ ذیل عہد کرتا ہے: قومی ترقی کے عمل میں ان کی شمولیت میں اضافہ اور انہیں سماجی، سیاسی اور اقتصادی طور پر با اختیار بنانا، پرائمری سکول کی سطح پر خواتین اساتذہ کو ترجیح دینا، موجودہ صنفی تفاوت ختم کرنے کے لیے عورتوں کی تعلیم، ہنرمندانہ تربیت اور صحت کی سہولتوں کے پروگرام کو فروغ دینا، عورتوں کے خلاف تشدد، بچوں سے زیادتی، غیر قانونی غیر منصفانہ رسوم یا امتیاز اور مقام ملازمت پر ہراساں کیے جانے کے خلاف قانون سازی کرنا، مالیاتی اداروں، اعلی عدلیہ، صحت اور تعلیمی اداروں اور انتظامی سطح پر قانون نافذ کرنے والے اداروں میں عورتوں کی شمولیت میں اضافہ کرنا گا، عورتوں کے لیے چھوٹے قرضوں اور گھر بنانے کے لیے خصوصاً بیواؤں کے لیے قرضوں میں اضافہ کرنا، عورتوں میں خواندگی کو بہتر بنانا، بہبود آبادی کے پروگرام شروع کرنا، عورتوں کی وراثت اور جائیداد کے حقوق کا تحفظ کرنا، دفتروں میں 'ڈے کیئر' کی سہولت متعارف کرانا، اور عورتوں میں کاروباری سرگرمیوں کے فروغ کے لیے 'ویمن انٹرپنیورشپ فنانسنگ سکیم' شروع کرنا۔

پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرینز

پاکستان پیپلز پارٹی عورتوں کو معاشرے کا ایک محروم اور کمزور طبقہ ہونے کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ عورتوں کو محض معاشرے کے پدرشاہانہ اور مردانہ تعصب کی حامل اقدار کی وجہ سے ہی مصائب کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ انتہا پسندی اور عدم برداشت سے آلودہ ماحول سے بھی ان کی زد پزیری میں اضافہ ہوا ہے۔ پیپلز پارٹی عورتوں کے لیے اپنے ایجنڈے کا اعلان کرتے ہوئے عہد کرتی ہے کہ: بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کو مزید تقویت دی جائے گی، عورتوں کی سیاسی شرکت میں اضافے کی خاطر سیاسی جماعتوں میں عورتوں کے لیے خصوصی کوٹہ رکھا جائے گا۔ پارٹی سیاسی جماعتوں کے لیے قانون تجویز کرنے کا اعلان کرتی ہے جو ان سے یقین دہانی لے گا کہ عام نشستوں کے لیے امیدواروں کا انتخاب کرتے ہوئے دس فیصد اضافی کوٹہ رکھیں گی؛ عورتوں کے لیے ملازمتوں کے کوٹہ میں 20 اضافہ کیا جائے گا، تمام نجی اور سرکاری شعبوں کے بورڈز میں عورتوں کی نمائندگی یقینی بنائی جائے گی، قومی کمیشن برائے انسانی ترقی کو خواندگی اور تعلیم کے پروگراموں کے لیے دس لاکھ عورتوں کی شمولیت کا ہدف سونپا جائے گا، بچوں کو جنم دینے والی عورتوں کے لیے محفوظ طبی امداد کی فراہمی کے لیے ایک خصوصی پروگرام متعارف کرایا جائے گا اور ہر بچے کو پانچ سال کی عمر کو پہنچنے تک تحفظ، غذائیت اور ویکسی نیشن مہیا کی جائے گی اور پارلیمنٹ کے ذریعے خواتین ججوں کا کوٹہ مقرر کیا جائے گا تا کہ عورتوں کو ہر سطح پر عدالتی عمل کا ایک لازمی حصہ بنایا جا سکے۔

پاکستان تحریک انصاف

پی ٹی آئی نے اپنے منشور میں صنفی پالیسی، محنت کشوں اور اقلیتوں کے حوالے سے ٹھوس شقیں رکھی ہیں۔ صنفی پالیسی کے ضمن میں اس کا کہنا ہے کہ وہ: عورتوں کی مساوی قانونی حیثیت کو یقینی بنانے کے لیے تمام امتیازی قوانین اور شقوں کا خاتمہ کرے گی؛ عورتوں کے لیے وفاقی اور صوبائی وزارتوں کو بحال کرے گی؛ تحریک انصاف یونین کونسل کی سطح پر 'انصاف گاہ' کے نام سے عورتوں کے مراکز قائم کرے گی؛ وہ ، یہ یونیفارم، درسی کتابوں، کھانے، وظائف، نقل و حمل کی سہولت اور دن میں بھائی بہن کی دیکھ بھال جیسی سہولتوں کو ترجیع دے گی؛ درسی کتب کو بہتر بنانے کے لیے اُن پر نظر ثانی کرے گی اور نصاب سے صنف کی بنیاد پر دقیانوسی تصورات دور کرے گی؛ اور تحریک انصاف عورتوں کو ووٹنگ کے عمل میں شمولیت سے روکنے کے کسی بھی کو معاہدے کو قطعی برداشت نہیں کرے گی۔

متحدہ قومی موومنٹ

ایم کیوایم کا کہنا ہے کہ عورتوں کو سماجی و سیاسی طور پر ہراساں کرنے، صنفی امتیاز جیسی سماجی بیماریوں، جنسی طور پر ہراساں کرنے، عورتوں کی تعلیم کے اور برابر شہری کے طور پر معاشرے میں ان کی مکمل شرکت کی حوصلہ شکنی، گھریلو تشدد، بچوں سے زیادتی، بطور انتقام یا ویسے عصمت دری، مخالفین کی عورتوں کو گلیوں میں برہنہ مارچ پر مجبور کرنا، غیرت کے نام پر قتل، بچوں کی شادی، کاروکاری، ونی، قرآن سے شادی، تیزاب پھینکنے، جبری مشقت اور بچوں کی مشقت کے خلاف اقدامات ہونے چاہئیں جن میں مؤثر قانون سازی اور سخت تادیبی اقدامات پر عمل درآمد شامل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ عوام کو ان کے بنیادی انسانی حقوق کے بارے میں آگہی دینے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی روکنے کے لیے بڑے پیمانے پر عوامی آگاہی مہمات چلائی جائیں گی۔ اس نے عورتوں اور غیر مسلموں کے خلاف تمام امتیازی قوانین کے خاتمے، زندگی کے ہر شعبے خصوصاً پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں اور نیم سرکاری اداروں میں عورتوں کی بتدریج شرکت 50 فیصد کرنے کے ارادے پر زور دیا۔ اس نے 'ویمن شیلٹر ہوم' قائم کرنے کے ارادہ بیان کیا تا کہ انہیں ریاست کی جانب سے تحفظ دیا جا سکے اور اپنی مرضی سے شادی کرنے والے بالغ جوڑوں کو تحفظ دیا جا سکے جنہیں صدیوں پرانے رواج توڑنے کی پاداش میں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے خصوصاً بعض دیہی علاقوں میں۔ یہ ریاست کی ذمہ داری پر زور دیتا ہے کہ وہ انہیں کوئی گزند نہ پہنچنے کو یقینی بنائے۔

جمعیت علمائے اسلام (ف)

جے یو آئی (ف) کا منشور بیان کرتا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر مقام دیا جائے گا۔ یہ قرار دیتا ہے کہ روزگار کے مواقع پاکستان کے ہر شہری کو فراہم کیے جائیں گے اور عورتوں کو مردوں کے مساوی مواقع حاصل ہوں گے۔ یہ پاکستان بھر میں ڈسپنسریوں کے قیام کا منصوبہ ظاہر کرتا ہے جہاں زچہ و بچہ کی نگہداشت کے یونٹس کا ایک نیٹ ورک قائم کیا جائے گا۔ عورتوں کے حقوق پر ایک خصوصی باب میں درج ہے کہ عورتوں کو برابر کا شہری قرار دیا جائے گا اور تمام ریاستی امور اور ترقیاتی کاموں میں عورتوں کو مردوں کے برابر درج دیا جائے گا۔ یہ زور دیتا ہے کہ حقوق نسواں کا اسلامی اصولوں اور آئین کی مطابقت سے تحفظ کیا جائے گا۔ ہر شعبے میں عورتوں کے ذریعہ معاش کے حق کو تسلیم کیا جائے گا۔ ان کے وقار کو تحفظ دیا جائے گا۔

پختونخوا ملی عوامی پارٹی

پختونخوا ملی عوامی پارٹی کا منشور قرار دیتا ہے عورتوں کے خلاف تمام امتیازی قوانین ختم کر دئے جائیں گے۔

عوامی نیشنل پارٹی

عورتوں کی بہتری اور انہیں با اختیار بنانے کے لیے اے این پی کا پروگرام بھی کافی طویل ہے۔ یہ زندگی کے ہر شعبے میں عورتوں کی شمولیت میں اضافے اور سیاسی جماعتوں، پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیاں، مقامی حکومتوں، عوامی خدمات، اعلی عدلیہ، سرکاری کمیشنوں اور بورڈز وغیرہ میں ان کی کم از کم 33 فی صد نمائندگی کا خواہاں ہے۔ یہ ان تمام امتیازی قوانین اور پالیسیوں کو منسوخ کرنے کا یقین دلاتا ہے جو عورتوں کے مساوی حقوق اور ریاست اور معاشرے کے اندر فیصلہ سازی میں ان کی شرکت کو متاثر کرنے کا باعث ہیں۔ اے این پی اس امر کا بھی عہد کرتی ہے کہ وہ گھریلو تشدد قانون سازی اور عورتوں کی سمگلنگ سے متعلق زیر التوا قانون سازی کی تکمیل کے لیے کوششیں جاری رکھے گی۔ اے این پی صنفی بنیادوں پر تشدد سے نمٹنے کے لیے ٹھوس اقدامات کی خواہاں ہے۔

پاکستان مسلم لیگ (ف)

پاکستان مسلم لیگ (ف) کے تمام منشور میں ان کو مرکزی دھارے میں رکھنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے معاملات پر ایک الگ حصے میں بھی توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس میں ان بین الاقوامی کنونشنز بشمول سیڈا (CEDAW) اور سی آر سی (CRC) سے مطابقت کے علاوہ 'ہزاریئے کے ترقیاتی اہداف' (Millenium Development Goals) کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ یہ قرار دیتا ہے کہ تعلیم کے اختراعی نمونوں کو مدنظر رکھنے کے علاوہ قومی اور بین الاقوامی سول سوسائٹی اور تعلیمی اداروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے مواقع تلاش کیے جائیں گے۔ یہ شادی کی عمر میں بھی اضافے کا خواہاں ہے اور لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے یہ عمر 18 سال کرنے پر زور دیتا ہے۔ منشور میں صنفی بنیاد پر تشدد اور امتیازی سلوک کی مذمت کرتا ہے صنفی بنیاد پر تشدد کے خاتمے کے لیے غیر معمولی اصلاحی اور انسدادی اقدامات پیش کیے گئے ہیں جن میں عورتوں کی عدالتوں اور عورتوں کے تھانوں میں اضافہ بھی شامل ہے۔ منشور میں تمام قوانین خصوصاً جنرل ضیا الحق کی طرف سے نافذ آرڈیننسوں اور عورتوں پر ان کے اثرات پر نظر ثانی کی بات کی گئی ہے تا کہ ریاست کی بین الاقوامی ذمہ داریوں کو یقینی بنایا جا سکے۔ عورتوں کے مخصوص مسائل پر قوانین بنائے جائیں گے اور انہیں تقویت دی جائے گی جن میں گھریلو تشدد، غیرت کے نام پر قتل اور عورتوں اور لڑکیوں کو جھگڑے نمٹانے کے لیے استعمال کرنے جیسے جوائم پر قوانین شامل ہیں۔ ان کے لیے پاکستان تحقیقاتی کمیشن برائے خواتین (COIW) اور قومی کمیشن برائے وقار نسواں (NCSW) کی تجاویز کے مطابق اور تنازعہ طے کرنے کے لیے روایتی جرگوں اور پنچائیتوں جیسے غیر قانونی اور غیر منصفانہ طریقوں کو ختم کیا جائے گا۔

جماعت اسلامی

جماعت اسلامی قرار دیتی ہے کہ وہ اسلامی شریعت کی رو سے دیے گئے وراثت اور ملکیت کے حقوق کو یقینی بنائے گی۔ وہ غیر اسلامی سماجی رسوم جیسا کہ زیادہ جہیز، بیواؤں کی شادی سے متعلق غفلت، قرآن سے شادی، ونی، وٹہ سٹہ، کاروکاری اور غیرت کے نام پر قتل کی حوصلہ شکنی کرے گی۔ وہ بنیادی سے اعلی سطح پر تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرے گی۔ ہر صوبے میں عورتوں کے لیے الگ میڈیکل کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔ جماعت اسلامی تعلیم اور مؤثر رابطے کے ذریعے ایک وقت میں تین طلاقیں دینے کے معمول کی حوصلہ شکنی کرے گی۔ عورتوں کے خلاف جرائم پر سماجی اور قانونی ذرائع سے قابو پایا جائے گا۔ کام کرنے والی عورتوں کو پر امن اور باوقار ماحول مہیا کیا جائے گا۔ خصوصی حالات کی شکار عورتوں جیسا کہ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کو سرکاری اور نجی شعبوں میں روزگار کے لئے عمر میں خصوصی چھوٹ دی جائے گی۔ اسی طرح، سرکاری شعبے میں کام کرنے والی عورتوں کو زچگی کی چار ماہ کی چھٹی مکمل تنخواہ کے ساتھ اور بچے کی پرورش کے لیے نصف تنخواہ کے ساتھ چھٹی کا حق دیا جائے گا۔

پاکستان مسلم لیگ (ق)

پاکستان مسلم لیگ (ق) عورتوں کے حقوق کے تحفظ، بحالی اور انہیں تقویت دینے کا عہد کرتی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عورتوں کی سیاسی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے صنفی برابری کے لیے کام کرے گی اور عورتوں کی سیاسی نمائندگی کو وسیع کریگی۔ وہ نادار، ضعیف اور بے گھر عورتوں کے لیے تحفظاتی مراکز برائے خواتین قائم کرنے کا عہد کرتی ہے۔

نیشنل پارٹی

نیشنل پارٹی کا منشور اس امر پر زور دیتا ہے کہ عورتوں کے سیاسی اور اقتصادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔ زندگی کے ہر شعبے میں عورتوں کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے خلاف تمام امتیازی قوانین کو ختم کیا جائے گا۔ لڑکیوں کو تعلیمی اداروں سے ان کی دہلیز تک چھوڑنے اور لے جانے کی سہولت کے لیے خصوصی اقدامات کیے جائیں گے۔

عورتیں اور خیبر پختونخوا میں ووٹنگ: پس منظر اور موجودہ صورت حال

تحریر: وسیم احمد شاہ

سیاسی عمل میں عورتوں کی شرکت پاکستان اور خصوصاً خیبر پختونخوا (کے پی) میں ہمیشہ ہی ایک دشوار امر رہا ہے۔ معاملہ چاہے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کے لئے مخصوص نشستوں متعارف کرانے کا ہو یا عورتوں کی طرف سے ووٹ ڈالنے کے حق کا استعمال، مخصوص مفاد کے حامل گروہوں نے ہمیشہ ہی کبھی مذہب اور کبھی رواج یا رسوم وغیرہ کے نام پر عورتوں کی سیاسی شمولیت کو جوں کا توں رکھنے کے لیے واویلا کرتے ہوئے انہیں متنازعہ بنائے رکھا۔

اس لحاظ سے مئی 2013 کے انتخابات اور بعد میں 22 اگست کو ہونے والے ضمنی انتخابات کے موقع پر خیبر پختونخوا میں عورتوں کو ووٹ دینے کے حق سے محروم رکھا جانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ایک ایسا معمول تھا جسے ریاست کی طرف سے نظر انداز کر دیا گیا۔ اس موقع پر مقامی حکومت کے انتخابات اور مستقبل کے سیاسی عمل میں عورتوں کی شرکت یقینی بنانے کے لیے ٹھوس سفارشات پیش کرنے کے لیے معاملے کی تاریخ اور موجودہ منظر نامے کا تجزیہ کرنا بہت ضروری ہے۔

پس منظر: قومی و صوبائی اسمبلیوں اور مقامی حکومتوں میں خواتین کی مخصوص نشستیں عورتوں کی سیاسی شرکت کے ضمن میں ہونے والی اہم ترین پیش رفتوں میں سے ایک تھی۔

جب 2000 کے آخر اور 2001 میں مختلف مراحل میں مقامی حکومتوں کے پہلے انتخابات کا انعقاد کیا گیا تھا، قدامت پرست قوتوں نے از خود عورتوں کو روکنے کا بیڑا اٹھا لیا۔ عورتوں کے کاغذات نامزدگی جمع کرانے کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی گئیں جن میں کئی علاقوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کے لیے معاہدے کیے گئے اور تشدد کی دھمکیاں دی گئیں۔ ضلع لوئر دیر میں مذہبی گروہوں اور سیاسی جماعتوں کے ڈنڈا بردار کارکن جنہوں نے خواتین امیدواروں کے کاغذات نامزدگی پر پابندی لگا رکھی تھی، ضلعی عدالتوں جہاں کاغذات نامزدگی جمع ہونے تھے، کھلے عام دندناتے رہے۔ دھمکیوں کے نتیجے میں ضلع بھر میں کسی بھی عورت نے کاغذات جمع نہ کرائے۔

ان انتخابات کے دوران کئی مذہبی فتوے جاری کیے گئے جن میں قرار دیا گیا کہ انتخابات میں عورتوں کی شمولیت یا ووٹ ڈالنا غیر اسلامی فعل اور گناہ ہے۔ لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ عورتوں کی پولنگ سے اجتناب کریں۔ بعض اضلاع میں لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ عورتیں جنہوں نے مقامی حکومت کے انتخابات میں حصہ لیا، ان کی نماز جنازہ نہ ادا کی جائے، جن خاندانوں کی عورتوں نے انتخابات میں حصہ لیا تھا سے سماجی تعلق قطع کر لیا گیا، دوسرے اضلاع میں انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں اور علاقے کے بزرگوں نے آپس میں معاہدے کرتے ہوئے عورتوں کے ووٹ نہ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ کئی معاہدے سٹامپ پیپر پر تحریر کر لیے گئے تاکہ کوئی فریق اپنی یقین دہانی سے پیچھے نہ ہٹ سکے۔ معاہدے کی خلاف ورزی پر ایک لاکھ روپے بطور جرمانہ عائد کرنے پر اتفاق کر لیا گیا۔ ایسے معاہدوں پر بھی دستخط کیے گئے جن میں فیصلہ کیا گیا کہ عورتیں نہ تو انتخاب لڑیں گی اور نہ ہی ووٹ ڈالنے کا حق استعمال کریں گی۔ ان معاہدوں کے نتیجے میں ضلع صوابی کی 56 یونین کونسلوں میں سے 13 میں 21 مارچ 2013 کو ہونے والے انتخاب میں خواتین ووٹروں نے ووٹ ڈالنے کا حق استعمال نہ کیا۔

2005 میں میں ہونے والے مقامی حکومتوں کے انتخابات میں بھی صورت حال یہی رہی۔ ضلع مردان، چارسدہ، سوات، صوابی، بونیر، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور اپر اور لوئر دیر میں عورتوں کے ووٹ ڈالنے پر پابندی عائد تھی۔

یہ مسئلہ 2002، 2008 اور 2013 کے عام انتخابات میں بھی برقرار رہا۔ مئی 2013 میں، خیبر پختونخوا کے کم از کم آٹھ اضلاع سے عورتوں کے ووٹ نہ ڈالے جانے کی اطلاعات ہوئیں۔ لوئر دیر میں ایک معاہدے کی اطلاعات سامنے آئیں اور بعد میں کئی اور معاہدوں کی تفصیلات منظر عام پر آئیں۔ ('عورتوں کے ووٹ ڈالنے پر پابندی کے مزید معاہدے منظر عام پر آ گئے'، ظاہر شاہ شیرازی، 16 مئی 2013، ڈان)۔ اپر دیر سے قومی اسمبلی کے حلقہ میں صرف ایک خاتون ووٹر نے دارورا کے علاقے میں اپنا ووٹ ڈالا۔ اسی طرح، 27 میں سے 17 یونین کونسلوں میں عورتیں کا کوئی ووٹ نہ ڈالا گیا۔

سول سوسائٹی کی کوششیں: عورت فاؤنڈیشن اور حقوق نسواں اور انسانی حقوق کی دیگر تنظیموں نے حکومت اور الیکشن کمیشن سے باقاعدہ بنیادوں پر رابطے کرتے ہوئے اس منظر نامے کو چیلنج کیا اور مطالبہ کیا کہ عورتوں کے ووٹ ڈالنے سے روکنے کے لیے ہونے والے معاہدوں کی ممانعت کی جائے، ایسے علاقوں میں جہاں عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکا گیا وہاں کے انتخابات کو غیر مؤثر قرار دیا جائے اور ان لوگوں کی خلاف بہر صورت تادیبی کارروائی کی جائے جنہوں نے ایسے معاہدے تیار کیے اور ان پر عمل کیا۔

2004 میں، عورت فاؤنڈیشن کے تعاون سے کئی خواتین ووٹروں نے پشاور ہائی کورٹ میں 4 درخواستیں دائر کیں۔ درخواست گزاروں نے الزام عائد کیا کہ انہیں صوابی میں مختلف جبری ہتھکنڈوں جن میں انتخاب لڑنے والے امیدواروں کے درمیان معاہدے بھی شامل ہے کے ذریعے ووٹ ڈالنے سے روکا گیا۔ درخواست گزاروں نے پشاور ہائی کورٹ سے استدعا کی ان یونین کونسلوں میں انتخابات کے نتیجے کو غیر مؤثر قرار دیا جائے۔ اگرچہ عدالت نے تکنیکی بنیاد پر درخواستوں کو مسترد کر دیا تاہم اس نے عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کی مذمت کی اور اسے غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ ایسے اقدامات غیر مؤثر، غیر آئینی اور مجرمانہ ہیں۔ فیصلے میں اس امر کا بھی اعادہ کیا گیا کہ ووٹ ڈالنا قطع نظر صنف کے، ہر فرد کا آئینی اور فطری حق ہے جسے کسی معاہدے کے تحت چھینا نہیں جا سکتا۔

موجودہ صورت حال: 22 اگست 2013 کے ضمنی انتخاب میں خواتین ووٹروں پر عائد پابندی سے متعلق مطلع کیے جانے پر پشاور ہائی کورٹ کے فاضل چیف جسٹس دوست محمد خان نے اپنی پی ایس او، صوفیہ وقار کی طرف سے پیش کی گئی رپورٹ کو رٹ پٹیشن میں بدل دیا۔ انہوں نے الیکشن کمیشن آف پاکستان کو حکم جاری کیا کہ متعلقہ امیدواروں کے گزٹ نوٹیفکیشن جاری نہ کیے جائیں اور تاحکم ثانی نتائج کے بارے میں سرکاری اور غیر سرکاری اعلان نہ کیا جائے۔ انہوں نے اس معاملے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آبادی کے تقریباً 50 فیصد حصہ کو ووٹ ڈالنے کے آئینی حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عدالت کے احکامات کے باوجود توسیع کی مدت کے دوران عورتوں کو ووٹ ڈالنے کی اجازت دینے کے لیے بڑوں کو قائل کرنے کی کوششوں پر اکثریت نے یہ اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ کم از کم 54 خواتین پولنگ سٹیشنوں پر ایک بھی عورت نے ووٹ نہ ڈالا جبکہ کئی دوسرے پولنگ سٹیشنوں پر ووٹ ڈالنے کی شرح برائے نام رہی۔

پشاور ہائی کورٹ کے بنچ نے قرار دیا کہ وہ لوگ جنہوں نے دونوں حلقوں میں بہت سے خواتین پولنگ سٹیشنوں پر عورتوں کو ووٹ ڈالنے کے بنیادی حق سے محروم رکھا انہوں نے عوامی نمائندگی کے پی آر اے ایکٹ 1976 کی دفعات اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کے جاری کردہ ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کی ہے۔ عدالت نے اس امر کا فیصلہ الیکشن کمیشن پر چھوڑ دیا کہ اس ضمن میں تحقیقات کے بعد کون سے پولنگ سٹیشنوں پر دوبارہ پولنگ ہونی چاہیئے۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ وہ لوگ جو خواتین ووٹروں کے بنیادی حقوق سے انکار میں ملوث پائے گئے، ان کے خلاف تعزیراتی دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا جا سکتا ہے، ان پر فرد جرم عائد ہو سکتی ہے اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لایا جا سکتا ہے۔

پشاور ہائی کورٹ کی سفارشات: پشاور ہائی کورٹ نے الیکشن کمیشن کے لیے ٹھوس سفارشات دیں: پی آر اے ایکٹ 1976 میں ترامیم لاتے ہوئے ان لوگوں کے لیے سزا رکھی جائے جو جان بوجھ کر بلا واسطہ طور پر عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کا باعث بنے؛ ان حلقوں کے نتائج کا اعلان روک لیا جائے جہاں عورتوں کے ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو اور مردوں کی طرف سے ڈالے گئے ووٹوں کے مقابلے میں اُن کے ووٹوں کی شرح کم ہو کیونکہ ان کا اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک ایک مناسب تعداد میں یا معقول ہدف کے مطابق عورتوں کے ووٹ نہ ڈالے جائیں تاکہ آبادی کے 50 فیصد سے زیادہ حصے کو تعمیر قوم اور قومی سیاست میں فعال کردار ادا کرنے کا اہل بنایا جا سکے۔؛ اور جب تک انہیں مکمل تحفظ اور اپنے حق کا اپنی منشا اور خواہش سے استعمال کا ناقابل تنسیخ حق نہیں دیا جاتا اور اس ضمن میں انہیں تمام بدعنوان معمولات سے محفوظ نہیں کیا جاتا۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ: تاہم سول سوسائٹی کے اداروں کی خوشی عارضی ثابت ہوئی جب سپریم کورٹ آف پاکستان نے ابتدائی طور پر پشاور ہائی کورٹ کے اس فیصلے پر عمل درآمد روک دیا اور بعد میں 17-09-2013 کو فنی بنیادوں پر اس فیصلے کو مسترد کر دیا اور نتیجے میں الیکشن کمیشن نے دو کامیاب امیدواروں کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ ('سپریم کورٹ نے ضمنی انتخابات پر پشاور ہائی کورٹ کا حکم مسترد کر دیا'، 18 ستمبر 2013، ڈان) ۔البتہ سپریم کورٹ نے معاملے کے حقیقی نقاط پر بات نہ کی اور پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی طرف سے استعمال کیے گئے از خود اختیارات کو محدود کیا۔

عدالت عظمیٰ نے اس فیصلے کے مسترد کرنے کے ساتھ 17-09-2013 کو ایک مختصر حکم بھی جاری کیا جس میں عدالت نے قرار دیا کوئی بھی فریق/شخص جو 22 اگست 2013 کو حلقہ این اے 5 نوشہرہ اور حلقہ این اے 27 لکی مروت کے حلقوں میں انتخابی عمل/ پولنگ سے متاثرہ ہو، اس سلسلے میں قانون کے مطابق اپنی شکایت درج کرانے کے لیے مجاز اتھارٹی سے رجوع کر سکتا ہے۔

تاہم، اس حقیقت کے باوجود کہ سپریم کورٹ نے پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کو رد کر دیا، توقع کی جاتی ہے کہ یہ فیصلہ بجائے خود عام انتخابات میں عورتوں کے ووٹ ڈالنے کی صورت حال میں بہتری کا باعث بنے گا کیونکہ اس میں ان اہم مسئل کو اُجاگر کیا گیا ہے اور کئی اہم معاملات کو اٹھایا گیا ہے۔

سفارشات: موجودہ تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے وفاقی اور صوبائی حکومتوں، الیکشن کمیشن، سیاسی جماعتوں، ذرائع ابلاغ اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کی طرف سے اقدامات اٹھانا بہت اہم ہوگا۔ **ذیل میں چند سفارشات پیش کی جا رہی ہیں۔**

- عوامی نمائندگی کے ایکٹ 1976 میں مناسب ترامیم کی جائیں اور ان میں مخصوص دفعات کا اضافہ کیا جائے جو عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق نہ دینے کا مسئلہ نمٹاتی ہوں۔
- عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنا مجرمانہ فعل قرار دیا جائے۔
- عوامی نمائندگی کے ایکٹ میں ترامیم کی جائیں اور الیکشن کمیشن کو کسی خاص حلقے کے انتخابی نتائج غیر مؤثر قرار دینے کا اختیار دیا جائے اگر وہاں عورتوں کی ایک خاص معینہ شرح نے ووٹ ڈالنے کا حق استعمال نہ کیا ہو۔
- اپنے موجودہ قانونی دائرہ امور کے مطابق الیکشن کمیشن عورتوں کا ٹرن آؤٹ معلوم کرنے کے لیے انتخابات کے نتائج کا بروقت جائزہ لے اور جن پولنگ سٹیشنوں پر عورتوں کے ووٹ ڈالنے کی شرح صفر یا نہ ہونے کے برابر ثابت ہو، اس پر کارروائی کرے۔
- الیکشن کمیشن کو کسی بھی مرحلے پر انتخابات روک دینا چاہیئے جب اسے عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کے لیے جبر، دھمکائے جانے اور دوسرے حربوں کی اطلاع موصول ہو۔
- الیکشن کمیشن کو بدعنوان معمولات یا کسی بھی شخص کو ووٹ دینے یا ووٹ دینے سے باز رکھنے کے لیے ترغیب دینے پر ایسے عناصر کے خلاف سرگرمی سے قانونی کارروائی کرنی چاہیئے۔
- عورتوں کے پولنگ سٹیشن علیحدہ اور قابل رسائی جگہ پہ ہوں تاکہ ووٹروں کو وہاں تک پہنچنے میں دشواری کا سامنا نہ ہو۔ مردوں اور عورتوں کے پولنگ سٹیشن ایک ہی احاطے میں قائم کرنا جو بعض علاقوں میں ایک معمول ہے، سے گریز کیا جانا چاہیئے۔
- سیاسی جماعتوں کو مقامی سطح پر اپنے ایسے رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف مناسب کارروائی کرنی چاہیئے جو عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کے لیے کسی بھی تحریری یا زبانی معاہدے میں ملوث ہوں۔
- سول سوسائٹی کے اداروں کو انتخابات خصوصاً پولنگ کے دن کی سرگرمیوں پر چوکس نگاہ رکھنی چاہیئے تاکہ عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کے لیے ہونے والی کسی بھی سرگرمی کو معلوم کیا جا سکے۔ سول سوسائٹی کے اداروں کو آگاہی مہم بھی چلانی چاہیئے خصوصاً ایسے علاقوں میں جہاں عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے روکنا ایک دیرینہ مسئلہ ہو۔

—— مصنف روزنامہ ڈان کے ساتھ منسلک ہیں۔

اداریہ

اعلیٰ فیصلہ ساز عہدوں پر خواتین کی اہمیت کا جائزہ

عورتوں کی فیصلہ سازی میں شمولیت اور سیاست میں قائدانہ کردار محض انسانی حقوق ہی نہیں بلکہ جمہوریت کے بھی بنیادی اصول ہیں جو مختلف گروپوں اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی شمولیت اور نمائندگی کا تقاضہ کرتے ہیں۔ جمہوریت کے تناظر میں خاص مفاد اور ضرورتوں کے حامل گروپوں کی فیصلہ سازی میں براہِ راست شمولیت ناگزیر ہے تا کہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان کے معاملات ایجنڈا پر موجود ہیں اور تمام فیصلے ان کے نقطہ نظر کو ان کا حصہ بناتے ہوئے کیے جائیں گے۔

عورتوں کی شمولیت کی اہمیت اس امر کو تسلیم کرنے سے ابھرتی ہے کہ وہ آبادی کے ایک مخصوص حصے پر مشتمل ہیں جو مردوں سے الگ ہے۔ عورتوں کی ایسی ضروریات، دل چسپیاں اور ترجیحات ہیں جو مردوں سے منفرد اور مختلف ہیں۔ عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے مرد اگر ان کے معاملات سے آگاہ بھی ہوں، انہیں عورتوں کے مسائل کا یکساں تجربہ اور سمجھ نہیں ہو سکتی اور یوں وہ ان کی مخصوص ضروریات اور تناظر کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس امر کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ عورتوں کے تناظر میں ماں، بیوی اور سب کا خیال رکھنے کے کردار کی بھی عکاسی ہوتی ہے مگر ان کے امور صرف یہیں تک محدود نہیں ہوتے۔

عورتیں جو دنیا اور پاکستان دونوں کی آبادی کے تقریباً نصف پر مشتمل ہیں، ریاست سے متعلق کیے جانے والے تمام فیصلوں سے براہِ راست متاثر ہوتی ہیں اس لیے ان معاملات سے انہیں اتنی دل چسپی ہوتی ہے جتنی کہ مردوں کو۔ فیصلہ سازی میں عورتوں سے متعلق امور کو شامل کرنے میں ناکامی معاشرے کے بحیثیت مجموعی ایک بڑے نقصان کی عکاسی کرتی ہے۔ اس لیے فیصلہ سازی میں عورتوں کے تناظر کو شامل کرنا صرف حقیقت پسندی ہی نہیں بلکہ ایک ضرورت بھی ہے۔

حقوق پر مبنی تناظر تقاضہ کرتا ہے کہ فیصلہ سازی کے تمام عمل خصوصاً جہاں اس کے ان پر براہِ راست اثرات مرتب ہوتے ہوں، ان کی بطور حق شرکت ہونی چاہیے۔ پاکستانی معاشرے کی پدری نظام کی وجہ سے عورتیں معاشرے میں غیر مساوی حیثیت کی حامل رہ جاتی ہیں جس کی عکاسی ہمارے سیاسی منظر نامے سے بھی ہوتی ہے۔ اس کا ظہار اس حقیقت سے بھی ہوتا ہے کہ ان کی صورت حال، ضروریات اور دل چسپی کے امور سیاست کے ترجیحاتی ایجنڈے پر نہیں آ سکے اور موجودہ فیصلہ سازی میں بھی انہیں صحیح طرح سے اہمیت نہیں دی گئی۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ عورتیں ایجنڈے کی تیاری میں بہر صورت حصہ لیں تا کہ اس بات کا تعین کر سکیں کہ کن امور پر فیصلے ہونے چاہئیں اور مردوں کو یہ اجازت نہ دیں کہ وہ ایجنڈا طے کریں اور عورتوں کے معاملات پر فیصلے کریں کیوں کہ مرد عورتوں پر اثر انداز ہونے والے امور کو عورتوں کے تناظر میں درست طور پر نہیں سمجھ سکتے۔

پاکستان میں منتخب اداروں میں عورتوں کی تعداد میں آنے والی مجموعی کمی عورتوں کی آواز اور تناظر غائب ہو جانے کے حوالے سے تشویش کا باعث بنی ہے۔ 2008 کے مقابلے میں 2013 میں سینئر عہدوں پر عورتوں کی تعداد میں کمی اس سے زیادہ باعث تشویش بات ہے۔

خواتین کے لیے مخصوص نشستوں کا بنیادی تصور اس کے ذریعے معاشرے، مقامی آبادیوں اور موجودہ سیاسی جماعتوں میں یہ ادراک پیدا کرنا ہے کہ عورتیں حقیقی اور مؤثر رہنما بن سکتی ہیں۔ عام نشستوں پر عورتوں کو قدرے زیادہ تعداد میں ٹکٹ دیے جانے اور ان نشستوں پر ان کی کامیابی میں کمی عورتوں کے لیے مخصوص نشستوں کی اہمیت اور ضرورت اجاگر ہوتی ہے۔ اس سے حقوق نسواں کی تحریک کے تمام منتخب اداروں میں عورتوں کے لئے 33 فیصد مخصوص نشستوں کے مطالبے کے احیا کی ضرورت اجاگر ہوتی ہے۔

فیصلہ سازی کے اعلیٰ عہدوں پر عورتوں کی موجودگی کے فقدان سے سیاسی جماعتوں کا گریز اور جانبداری عیاں ہوتی ہے۔ منتخب اداروں میں اعلیٰ اہلیت کی حامل خواتین کی بڑی تعداد کی موجودگی میں یہ بات ناقابل فہم اور ناقابل قبول ہے کہ ملک بھر میں خواتین کی اتنی کم تعداد کو اعلیٰ حیثیتوں پر فائز کیا گیا ہے۔ حقوق نسواں کی تحریک اور سول سوسائٹی کو حکومت اور افسر شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر عورتوں کے تقرر میں اضافے کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔

فیصلہ ساز عہدوں پر موجود خواتین

قومی اسمبلی میں

اس وقت وفاقی حکومت کی جانب سے 17 وفاقی وزراء، 10 وزراء مملکت، 3 مشیر اور 2 خصوصی معاونین مقرر ہیں۔ ان میں قومی اسمبلی میں موجود صرف 2 خواتین وزیر مملکت کے عہدے پر فائز ہیں۔

محترمہ انوشہ رحمان
وزیر مملکت برائے انفارمیشن
ٹیکنالوجی و ٹیلی کمیونیکیشن

محترمہ سائرہ افضل تارڑ
وزیر مملکت برائے نیشنل ہیلتھ سروسز،
ریگولیشنز و کوآرڈینیشن

یہ صورت حال 2008 کے مقابلے میں اعلیٰ عہدوں پر خواتین کی تعداد میں کمی کو ظاہر کرتی ہے جس پر بہت کم ہونے کے باعث پہلے ہی تنقید کی جا چکی ہے۔ 2008 میں خواتین کے پاس قومی اسمبلی کی سپیکر کا عہدہ (ڈاکٹر فہمیدہ مرزا)، وزارت اطلاعات (محترمہ شیری رحمان اور محترمہ فردوس عاشق اعوان)، وزارت سماجی امور و ترقی نسواں (محترمہ فردوس عاشق اعوان اور محترمہ ثمینہ خالد گھرکی) اور خزانہ، محصولات اور اقتصادی امور کی دو خصوصی معاونین (محترمہ حنا ربانی کھر جو بعد میں وزیر مملکت برائے امور خارجہ بنیں، اور بیگم شہناز وزیر علی بطور وزیر اعظم کی خصوصی معاون برائے سماجی شعبہ) کے عہدے موجود تھے۔

پنجاب اسمبلی میں

پنجاب اسمبلی میں 21 وزراء اور 2 خصوصی معاونین برائے وزیر اعلیٰ میں سے صرف 2 خواتین کو اعلیٰ عہدے پر فائز کیا گیا ہے۔

بیگم ذکیہ شاہنواز
وزیر برائے بہبود آبادی

محترمہ حمیدہ وحید الدین
وزیر برائے ترقی نسواں

یہ واحد اسمبلی ہے جس نے 2008 کے مقابلے میں خواتین کو اعلیٰ عہدے دینے کے حوالے سے بہتری دکھائی ہے۔ 2008 میں صرف ایک خاتون کو بطور وزیر اور مشیر مقرر کیا گیا تھا: نیلم جبار بطور وزیر بہبود آبادی اور بیگم ذکیہ شاہنواز بطور مشیر وزیر اعلیٰ۔ تاہم، اس اضافے کو مثبت معنوں میں لیے جانے کے باوجود پنجاب اسمبلی میں خواتین اراکین پالیمنٹ کی عدم نمائندگی قابل توجہ ہے۔

سندھ اسمبلی میں

سندھ اسمبلی میں 15 وزراء، 2 مشیروں اور 8 خصوصی معاونین میں سے صرف 3 خواتین کو اعلیٰ عہدے دیے گئے ہیں۔ یہ خبری مراسلہ شائع ہوتے وقت، محترمہ شرمیلا فاروقی کے بطور مشیر وزیر اعلیٰ برائے ثقافت و سیاحت تقرر کا اعلان سامنے آیا۔

سیدہ شہلا رضا
ڈپٹی سپیکر

محترمہ روبینہ قائم خانی
وزیر برائے ترقی نسواں، سماجی
بہبود و خصوصی تعلیم

اس بار 25 اعلیٰ عہدوں میں 3 اعلیٰ عہدے خواتین کو دیئے گئے جن کے نام اوپر درج ہیں جبکہ 2008 میں 42 وزراء میں 5 خواتین کا وزیر تقرر کیا گیا تھا جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں: محترمہ شازیہ مری وزیر اطلاعات، محترمہ سسی پلیجو بطور وزیر ثقافت و سیاحت، محترمہ توقیر فاطمہ بھٹو بطور وزیر ترقی نسواں، محترمہ نرگس این ڈی خان وزیر سماجی بہبود، محترمہ نادیہ گبول وزیر انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سیدہ شہلا رضا ڈپٹی سپیکر۔

محترمہ شرمیلا فاروقی
مشیر وزیر اعلیٰ برائے
ثقافت و سیاحت

خیبر پختونخوا اسمبلی میں

خیبر پختونخوا اسمبلی میں 14 وزراء، 5 مشیر اور 7 خصوصی معاونین ہیں، جن میں سے صرف ایک خاتون کو خصوصی معاون بنایا گیا ہے۔ 2008 میں 27 وزراء میں سے صرف ایک خاتون محترمہ ستارہ ایاز کو وزیر برائے سماجی بہبود اور ترقی نسواں مقرر کیا گیا تھا۔ 2008 میں صرف ایک خاتون وزیر ہونے پر افسوس ظاہر کیا گیا تھا مگر 2013 میں آگے کی جانب بڑھنے کی بجائے حالات پیچھے کی طرف چلے گئے۔

محترمہ مہر تاج روغنی
خصوصی معاون وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا
برائے شعبۂ سماجی ترقی

بلوچستان اسمبلی میں

بلوچستان اسمبلی میں اب تک 14 وزراء اور 5 مشیر مقرر کیے گئے ہیں اور کسی خاتون کو اعلیٰ عہدے پر فائز نہیں کیا گیا۔ تاہم، سول سوسائٹی کی جانب سے اعلیٰ عہدوں پر اور کابینہ میں خواتین کی عدم موجودگی پر احتجاج کے نتیجے میں حکومت نے توسیع شدہ کابینہ میں خواتین کی شمولیت کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابھی تک یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ 2008 میں صورت حال حوصلہ افزا تھی، 44 وزراء میں 5 خواتین کو وزیر مقرر کیا گیا تھا: محترمہ روبینہ عرفان وزیر قانون و پارلیمانی امور، محترمہ غزالہ گولا وزیر سماجی بہبود و ترقی نسواں، محترمہ راحیلہ درانی وزیر استغاثہ، محترمہ رقیہ ہاشمی وزیر صوبائی رابطہ، محترمہ نسرین رحمان خان کھتران اور محترمہ شمع پروین انفارمیشن ٹیکنالوجی اور صوبائی رابطہ برائے این جی اوز پروگرام (قومی اور بین الاقوامی) اور یونیورسٹیاں۔ اس کے علاوہ محترمہ پیر الی زئی کو وزیر اعلیٰ کا مشیر برائے تعلیم، صحت اور سماجی بہبود مقرر کیا گیا تھا۔